سائنس سلامتی کے لیے
دوماہی
اردو سائنس میگزین
(لاہور)
(جولائی-اگست 2024ء)
آپ کا ڈیٹا اہمیت، استعمال اور مسائل
ڈپٹی ڈائریکٹر آف ہیلتھ، پنجاب سے بات چیت
آئی کیوب قمر
چین کی ترقی کا سفر

سیکرٹری لائبریریز اینڈ آرکائیوز پنجاب، ظہور حسین سے ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ ضیاء اللہ طورو کی ملاقات۔ اس موقع پر معروف ماہر تعلیم ڈاکٹر تحسین فراقی اور ڈپٹی ڈائریکٹر امین اختر بھی موجود ہیں۔

اردو سائنس بورڈ کے زیرِ اہتمام ''پاکستان میں کتاب کلچر کے فروغ کے لیے عملی اقدامات'' کے موضوع پر منعقدہ سیمینار سے سفیر کتب سید سلطان خلیل گفتگو کر رہے ہیں۔ شرکاء سیمینار کا گروپ فوٹو

۷۸ویں یومِ آزادی کے موقع اردو سائنس بورڈ میں منعقدہ تقریب کی عکاسی

سائنس برائے سلامتی

دوماہی

اردو سائنس میگزین

جلد نمبر 21 جولائی تا اگست 2024ء شمارہ نمبر 4

سر پرستِ اعلیٰ : پروفیسر ڈاکٹر محمد سلیم مظہر

سر پرست : ضیاء اللہ خان طورو

نگران : انجینئر امین اختر

ایڈیٹر : فاطمہ بشیر

اسسٹنٹ ایڈیٹر : ذوالفقار علی

گرافکس و سرورق : سیدہ عطیہ زہرا

اہتمام طباعت و اشاعت : ظہیر خالد قریشی

معاونین : حسنین الطاف، محمد امین

مندرجات

☆ آغازیہ	ادارہ	5...
☆ آپ کا ڈیٹا: استعمال اور مسائل	اسد اللہ خان	6...
☆ ڈپٹی ڈائریکٹر ہیلتھ، ہلال احمر سے بات چیت	عطرت بتول	8...
☆ چین کی ترقی کا سفر	تسنیم جعفری	10...
☆ نظم: جابر بن حیان	ارسلان اللہ خان ارسل	15...
☆ تقریبات اور سرگرمیاں	سیدہ عطیہ زہرا	16...
☆ پیلی دنیا	ڈاکٹر طارق ریاض	23...
☆ شاہراہ قراقرم	روہیل اکبر	27...
☆ جھرمٹ	محمد عثمان رفیق	29...
☆ آئی کیوب قمر	محمد فرحان اشرف	33...
☆ مگس بانی اور زرعی جنگلات	نوید احمد	35...

شرح خریداری

اندرون ملک (بشمول ڈاک خرچ)

فی شمارہ -/275 روپے

زر سالانہ -/1500 روپے

نگارشات کے نفسِ مضمون کی ذمہ داری لکھنے والوں پر ہے، ان کی آراء کو اردو سائنس بورڈ کی آراء نہ سمجھا جائے۔

ناشر: اردو سائنس بورڈ (ذیلی دفتر۔ ادارۂ فروغ قومی زبان)

اردو سائنس بورڈ کا عزم

حسن ناصر جامی، وفاقی سیکریٹری

پروفیسر ڈاکٹر محمد سلیم مظہر، ڈائریکٹر جنرل

ضیاء اللہ خان طورو، ڈائریکٹر

آئینِ پاکستان میں اردو کو قومی زبان کی حیثیت سے جو اہمیت دی گئی ہے، اس کا تقاضا تھا کہ ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جو ملک میں اردو کی ترقی کے لیے اس طرح کام کرے کہ یہ زندگی کے ہر شعبے کی ضروریات کو پورا کرنے کے قابل ہو سکے۔

اس آئینی تقاضے کو پورا کرنے کے لیے 24 مئی 1962ء کو "مرکزی بورڈ برائے ترقیِ اردو" (Central Board for the Development of Urdu) کے نام سے ایک خود مختار ادارے کی بنیاد رکھی گئی، جسے مختصراً مرکزی اردو بورڈ (Central Urdu Board) کہا جاتا رہا۔ 1982ء میں نظر ثانی شدہ قرارداد کے ذریعے بورڈ کے اغراض و مقاصد میں ترمیم کی گئی اور اس ادارے کا نام بدل کر اردو سائنس بورڈ رکھ دیا گیا۔

یہ ادارہ مختلف سائنسی و فنی اور ادبی و تاریخی موضوعات پر علم کو اردو زبان میں منتقل کرنے میں مصروف ہے۔ بورڈ اب تک 800 سے زائد کتب شائع کر چکا ہے جنہوں نے ملک میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا اور قومی سطح پر زبان کے رشتے سے لوگوں میں بھائی چارے کی فضا پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ یہ کتب طلباء و اساتذہ کے علاوہ عام قارئین کے لیے بھی انتہائی معلوماتی و مفید ہیں۔

اردو سائنس بورڈ طالب علموں اور عام قارئین کو تازہ ترین معلومات و سائنسی تحقیق سے باخبر رکھنے کے لیے اردو سائنس میگزین شائع کرتا ہے۔ اردو سائنس بورڈ، لاہور کا یہ جریدہ جنوری 2002ء سے شائع ہو رہا ہے۔ اِس میں شامل مضامین اور رپورٹوں میں بے حد تنوع ہے۔ اس میں عام آدمی کی دلچسپی کے لیے بھی مواد ہوتا ہے اور اہل علم کے لیے تحقیقی مضامین کو بھی جگہ دی جاتی ہے۔ لیکن ابھی تک اس کا دائرۂ اثر محدود ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ پاکستان کے ہر پڑھے لکھے شخص تک پہنچے۔ آیئے ایک آئینی ضرورت پوری کرنے کی کوششوں میں اردو سائنس بورڈ کا ساتھ دیں۔ اس کی کتابیں پڑھیں، اس کے جریدے کو کامیاب بنائیں۔

پاکستانی طلبا میں سائنس سے بیزاری

پاکستانی سکولوں میں سائنس کا مضمون نصاب میں اگرچہ لازمی مضمون ہے لیکن بہت کم پاکستانی نوجوان سائنس سیکھنا چاہتے ہیں۔ایک تحقیق کے مطابق پاکستانی طلبا ریاضی اور سائنس کے مضامین میں بہت کمزور ہیں جس سے ملک کے مستقبل پر سوالیہ نشان لگ گیا ہے۔تحقیق میں کہا گیا ہے کہ پاکستان میں 90 فیصد سے زیادہ ابتدائی اور ثانوی کلاسوں کے طلبا ریاضی اور سائنس کے مضامین میں کمزور ہیں یا ان کو صرف بنیادی سمجھ بوجھ ہے۔

ملک میں سائنس کی زبوں حالی کا اصل ذمہ دار نصاب نہیں بلکہ غیر تربیت یافتہ اساتذہ اور ناقص طریقہ امتحان ہے۔اگر 90 فیصد سے زیادہ ابتدائی اور ثانوی کلاسوں کے طلبا ریاضی اور سائنس کے مضامین میں کمزور ہیں تو 90 فیصد اساتذہ کی تدریسی مشقوں کو کمزور درجہ قرار دیا گیا تھا۔اس صورت میں طلبا ہی کی کمزوری کو کیوں نشانہ بنایا جائے؟

رپورٹ کے مطابق کمرہ جماعت میں زیادہ تر اساتذہ طلبا کو سوالات پوچھنے یا بنیادی خیال سمجھنے کے لیے سرگرمیوں میں حصہ لینے کی ترغیب دینے کی بجائے نصابی کتاب سے الفاظ پڑھنے میں اپنا وقت صرف کر دیتے ہیں جس کا نتیجہ بنیادی خیال کی ناقص تفہیم کی صورت میں نکلتا ہے۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نے نئی نسل کو نمبروں کی دوڑ میں ڈال دیا ہے۔اس ملک کا بچہ صرف نمبروں کے لیے سکول کی خاک چھانتا ہے۔ والدین نمبروں کے لیے اپنے بچوں کی بھاری بھرکم فیسیں جمع کرواتے ہیں۔ہمارے تعلیمی اداروں میں ایسے اساتذہ کی بھرمار ہے جو سائنسی قوانین و مساواتوں کو بچوں کے دماغ میں ٹھونسنے کی کوشش کرتے ہیں۔وہ انھیں اگر تجربات کے ذریعے سمجھائیں تو کوئی شک نہیں کہ یہی بچے مستقبل میں سائنسی ایجادات کر کے ملک وقوم کا نام روشن کریں گے۔

افسوس،اس تعلیم کا کیا فائدہ جو ہمارے لیے سوائے کاغذ کا سرٹیفکیٹ دینے کے سوا کچھ بھی نہیں؟ سائنس کے ہر شعبے کی ڈگری پاکستان میں دی جا رہی ہے مگر ہمارے ہاں تجرباتی کام نہ ہونے کے برابر ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ سائنس مضامین کے اساتذہ روایات سے ہٹ کر ٹیکنیکل اور عملی تعلیم پر توجہ دیں تاکہ طلبا سائنس و ٹیکنالوجی میں ملک وقوم کا نام روشن کریں۔تعلیمی اداروں کے اساتذہ کی محنت کے بغیر طلبا کے لیے سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں کامیاب ہونا ناممکن ہے۔

اشاعت کے لیے اپنی نگارشات،ایڈیٹر اردو سائنس میگزین،299-اپر مال،لاہور کے پتے پر ارسال فرمائیے یا درج ذیل پتے پر بذریعہ ای میل یا واٹس ایپ پر ارسال کیجیے۔

ای میل:fatimausb@gmail.com

واٹس ایپ نمبر:0314-4728570

اسداللہ خان*

آپ کا ڈیٹا: استعمال اور مسائل

آج کے اس ڈیجیٹل دور میں ٹیکنالوجی کی دنیا میں سب سے قیمتی اور اہم چیز ڈیٹا ہے۔ دنیا میں ایسی بہت سی کمپنیاں اور ادارے ہیں جو ڈیٹا اکٹھا کرنے، ان کا تجزیہ کرنے اور انہیں متعلقہ لوگوں اور اداروں کو فروخت کرنے کا بہت بڑے پیمانے پر کاروبار کرتے ہیں۔ ڈیٹا کی قدر کا ادراک سب سے پہلے سپر مارکیٹ کی طرف سے ہوا۔ یہ وہ ادارے ہیں جو صارف کی توجہ حاصل کرنے کے لیے تگ و دو میں لگے رہتے ہیں۔ اس حوالے سے پہلا تجربہ 1993ء میں برطانیہ کی مارکیٹ ٹیسکو کی جانب سے کیا گیا۔ ایڈ وینا ڈن اور کلائیو ہمبی میاں بیوی تھے، ان کی رہنمائی میں ٹیسکو نے اپنے کچھ سٹورز پر کلب کارڈ کا اجرا کیا۔ صارف اس کارڈ کو خریداری کے وقت پیش کر سکتے تھے۔ خریداری کے عوض پوائنٹ ملتے تھے جو مستقبل کی خریداری میں استعمال کیے جا سکتے تھے۔ ٹیسکو اس سے معلوم کر سکتا تھا کہ صارف کیا کچھ خریدتا ہے اور اس کا ریکارڈ رکھ سکتا تھا، یہ ایک سادہ سا سودا تھا۔ کلب کارڈ کے پہلے ٹرائل میں بہت ہی محدود ڈیٹا حاصل کیا گیا تھا۔ نام اور پتہ، خریداری کا وقت اور رقم حتیٰ کہ خریدی گئی اشیا بھی اس میں شامل نہیں تھیں لیکن ڈن اور ہمبی نے اس میں سے بھی بیش قیمت معلومات نکال لیں۔ انہوں نے ڈیٹا کے تجزیے سے پتہ لگایا کہ وفادار صارفین کی ایک قلیل تعداد کا کل فروخت میں بڑا حصہ ہے۔ انہوں نے یہ دیکھا کہ ہر محلے اور گلی کے لوگوں کا خریداری کا کیا پیٹرن ہے، اپنی مطلوبہ چیز خریدنے کے لیے لوگ کتنا سفر کرنا گوارا کر لیتے ہیں، انہوں نے یہ بھی پتہ لگایا کہ کون سی جگہیں یا علاقے ایسے ہیں جہاں ان کے مقابلے میں کوئی اور جیت رہا ہے اور کون سے ایسے ہیں جہاں ٹیسکو کو برتری حاصل ہے۔ اس ڈیٹا سے مزید پتہ چلا کہ کون سے صارفین ہفتے کے اختتام پر آتے ہیں اور کون سے روزانہ۔ ان سب معلومات سے لیس ہو کر وہ صارفین پر اثر انداز ہو سکتے تھے۔ انہیں ڈاک کے ذریعے کوپن بھیجے گئے۔ زیادہ خریداری کرنے والوں کو بڑی رقم کے، جو تین سے 30 پاؤنڈز کے درمیان تھی جبکہ کم خریداری کرنے والوں کو ایک سے 10 پاؤنڈز کے۔ نتائج بہترین رہے کلب کارڈ کے حامل لوگوں کی خریداری مجموعی اوسط سے چار فیصد زیادہ ہو گئی۔

22 نومبر 1994ء کو جب کلائیو ہمبی نے ٹیسکو کے بورڈ کو اپنے اس تجربے پر پریزنٹیشن دی تو اس حوالے سے میٹنگ کے چیئرمین کے الفاظ کچھ یوں تھے "میرے لیے یہ ڈرا دینے والی بات ہے کہا آپ تین ماہ میں ہمارے صارفین کو اس سے زیادہ جانتے ہیں جتنا ہمیں ان کے بارے میں 30 سال میں پتہ لگا ہے۔ اس کے بعد کلب کارڈ کو تمام صارفین تک پہنچا دیا گیا۔ برطانیہ میں ٹیسکو کی کامیابی کی ایک بڑی وجہ یہ رہی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے اکٹھے کیے گئے ڈیٹا میں تفصیل بھی زیادہ آتی گئی۔ اس سے صارفین کی عادات سمجھنا اور اس سے فائدہ اٹھانا بہتر ہو گیا۔ اس تجربے کے بعد لوگوں میں ڈیٹا کے متعلق شعور پیدا ہوا، انہیں ڈیٹا کی قدر کا احساس ہوا۔ ڈیٹا کے حوالے سے بہت ساری کمپنیوں اور اداروں نے پالیسیاں بنائیں اور سنجیدہ ہو کر اس پر غور و فکر کیا۔ انٹرنیٹ دنیا کے بارے میں لوگوں کے پاس عالمی رابطے کا نیٹ ورک ہے۔ ہر طرح کے علم تک رسائی ہے، دنیا بھر سے تازہ ترین خبریں آپ تک لمحوں میں پہنچ جاتی ہیں۔ آپ سافٹ ویئر اور ٹیکنالوجی کی جدید ترین ایجادات سے لامحدود فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور صارفین کے لیے یہ سب مفت ہے۔ آپ نے کبھی اس پر غور کیا کہ یہ اتنی بڑی کمپنیاں لاکھوں ڈالرز کی انویسٹمنٹ کر کے بنائی گئی چیزیں آپ کو مفت کیوں دیتی ہیں انہیں اس کا کیا فائدہ۔ یہ دراصل ایک سادہ سا سودا ہے یہ سب چونکہ نجی اداروں نے بنایا ہے وہ آپ سے آپ کی

* ای میل: ak6188301@gmail.com

انفارمیشن لیتے ہیں اور بدلے میں آپ کو آپ کی تفریح کا سامان مہیا کرتے ہیں جو بھی آپ چاہیں۔آپ کے ڈیٹا سے وہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔اس سے آپ پر اثر انداز ہوا جاسکتا ہے وہ آپ کی پسند ناپسند کا پتہ لگاتے ہیں اور اس حوالے سے پھر آپ کو اشتہار دکھائے جاتے ہیں اور ان اشتہاروں سے یہ کمپنیاں کماتی ہیں۔یہ انٹرنیٹ کا ماڈل ہے اور یہ اسی طریقے سے کام کرتا ہے۔

ڈیٹا کے حوالے سے دنیا بہت آگے بڑھ چکی ہے۔ڈیٹا کی خرید و فروخت باقاعدہ ایک کاروبار بن چکا ہے۔اس حوالے سے "پلانٹیز ٹیکنالوجیز "ایک بہت کامیاب کمپنی ہے۔یہ کمپنی 2003ء میں قائم ہوئی تھی لیکن اس وقت اس کی مارکیٹ میں ویلیو 33ارب ڈالرز ہے۔ہوسکتا ہے اتنی بڑی اور کامیاب کمپنی ہونے کے باوجود آپ اس کو نہ جانتے ہوں لیکن یہ آپ کو جانتی ہیں۔اس کمپنی کا بڑا کام ڈیٹا بروکر کا ہے۔یہ مختلف لوگوں کا ڈیٹا اکٹھا کرتی ہے اور اسے منافع پر بیچتی ہے۔اور بھی بہت سی کمپنیاں ہیں جیسے کور لاجک، ڈیٹا لاجکس ، ای بیورو، ایکس زیوم اور بہت سی دوسری جنہیں آپ نہیں جانتے لیکن وہ آپ پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔جب بھی آپ آن لائن خریداری کرتے ہیں، کسی نیوز لیٹر پر سائن کرتے ہیں کسی ویب سائٹ پر جاتے ہیں، اس پر رجسٹر کرتے ہیں، مصنوعات کو سرچ کرتے ہیں تو یہ انفارمیشن جمع ہو جاتی ہیں۔مکمل براوزر ہسٹری کو بھی بنڈل بنا کر بھیجا جاتا ہے۔ڈیٹا بروکر یہ سب ڈیٹا اکٹھا کرتے ہیں اور الگ الگ جگہوں سے آنے والے ڈیٹا کو آپس میں ریفرنس کرتے ہیں۔کسی کے بارے میں تفصیلی پروفائل بناتے ہیں، یہ ڈیجیٹل دنیا میں آپ کا عکس ہے۔آپ کا نام، عمر، عادات، مذہبی رجحان ،آپ کی پسند ناپسند، خاندان کی معلومات کیا آپ کسی مخصوص مقصد کے بارے میں پر جوش ہیں۔کتنی جلد آپ اپنی رائے بدلتے ہیں۔ ہزار ہا قسم کی انفارمیشن ہمارے بارے میں مرتب ہوتی اور اپڈیٹ ہوتی رہتی ہیں۔ بہت سا ڈیٹا وہ ہے جس کے بارے میں اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔یعنی فلاں پیج یا فلاں چینل کو فالو کرنے کا مطلب ہے کہ آپ ٹیکنالوجی کا شوق رکھتے ہیں۔آپ نے کسی خاص اسلحے کے لائسنس کے متعلق سرچ کی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ شکار کے شوقین ہیں۔اس دوران ڈیٹا بروکر ان معلومات میں سادہ اور ہوشیار الگورتھم کی مدد سے رنگ بھرتے ہیں۔یہ صرف ڈیٹا بروکر تک محدود نہیں بلکہ گوگل، فیس بک، انسٹا گرام، ٹویٹر اور دیگر سوشل میڈیا ایپس اسی طریقے پر کام کر رہی ہیں۔ان کی آمدنی کا بزنس ماڈل ٹھیک طریقے سے ٹارگٹ کر کے اشتہار بھیجنے میں کامیاب ہے۔آپ ان سائٹس پر جا کر سپانسر کی گئی پوسٹ کو پڑھتے ہیں، ویڈیو چلاتے ہیں، تصویریں دیکھتے ہیں جبکہ پس پردہ کام کرتے ہوئے خاموش الگورتھم انفارمیشن حاصل کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ ان کے لیے صارفین کے کیے گئے کلک اور عادات وہ جنس ہیں جس سے آمدن ہوتی ہے۔

جہاں پر ڈیٹا کے فوائد ہیں وہاں پر ڈیٹا کے نقصانات بھی ہیں۔ بہت سی تنظیمیں اور لوگ ایسے ہیں جو ڈیٹا کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ ڈارک ویب پر ایسی بہت سی ویب سائٹس اور پلیٹ فارمز ہیں جہاں لوگوں کا انتہائی حد تک ڈیٹا چوری کر کے مختلف لوگوں اور اداروں کو بیچا جاتا ہے۔جس کی مدد سے کسی کو بلیک میل کرنے جیسے گھناؤنے کام سے لے کر اغوا کرنے اور قتل کرنے تک کے سنگین جرائم کیے جا سکتے ہیں۔ٹیکنالوجی کی کمپنیاں اور مختلف ممالک کی حکومتیں ڈیٹا کے خطرات سے خبردار ہو کر اس کے بارے میں سافٹ وئیر سے متعلق قوانین میں مناسب تبدیلیاں اور ترامیم کر رہے ہیں۔جس سے امید ہے کہ اس بارے میں خطرات سے بچا جا سکے گا۔ جب بھی ہم الگورتھم استعمال کریں تو ہمیں اس سے یہ سوال ضرور کرنا چاہیے کہ آخر یہ کر کیا رہا ہے، ہمیں یہ مفت میں کیوں دے رہا ہے۔کیا یہ ایک ایسا سودا ہے جس سے میں مطمئن ہوں کیا اس کے بغیر رہا جاسکتا ہے۔ یہ صرف ورچوئل دنیا کی بات نہیں بلکہ الگورتھم معاشرے میں ہر جگہ پہنچ سکتے ہیں۔ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ڈیٹا الگورتھم نہ صرف ہماری خریداری کی پیشنگوئی کر سکتے ہیں بلکہ ان کے پاس یہ طاقت بھی ہے کہ یہ ہماری آزادی چھین سکتے ہیں۔

☆☆☆

ڈپٹی ڈائریکٹر ہیلتھ، ہلال احمر سے بات چیت

عطرت بتول: السلام علیکم ، ڈاکٹر فوزیہ سعید صاحبہ آپ کیسی ہیں؟

ڈاکٹر فوزیہ: میں بالکل ٹھیک ہوں۔ الحمداللہ

عطرت بتول: آپ بہت اہمیت کا حامل کام کر رہی ہیں آپ ہمیں اپنے کام اور انجمن ہلال احمر میں اپنے عہدے کے بارے میں تفصیل سے بتائیے؟

ڈاکٹر فوزیہ: میں اس وقت ڈپٹی ڈائریکٹر ہیلتھ ہوں۔ 2005ء سے پاکستان ہلال احمر کے ساتھ منسلک ہوں۔ اور میں تھلیسیمیا کے بچوں کے لیے کام کر رہی ہوں۔ اس وقت ہمارے پاس 735 بچے رجسٹرڈ ہیں۔

عطرت بتول: جب آپ بلڈ اکٹھا کرنے کالجز میں جاتی ہیں یا مختلف جگہوں پر بلڈ کیمپ لگاتی ہیں تو کیا آپ سے تعاون کیا جاتا ہے؟

ڈاکٹر فوزیہ: کالجوں والے تو بھرپور تعاون کرتے ہیں مگر لوگوں اور طلبہ و طالبات میں عطیہ خون سے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں جو کہ مائیں ہی دور کر سکتی ہیں۔

عطرت بتول: معاشرے میں خون کا عطیہ دینے پر کیا غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں؟

ڈاکٹر فوزیہ: لوگ سمجھتے ہیں وہ کمزور ہو جائیں گے، کوئی سمجھتا کہ اس کا وزن بڑھ جائے گا، کوئی کہتا ہے میرا وزن کم ہو جائے گا۔ ایسا کچھ نہیں ہوتا بلکہ عطیہ خون سے خون میں روانی پیدا ہوتی ہے اور نیا خون پتلا ہونے کی وجہ سے بے شمار بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

عطرت بتول: کیا شادی سے پہلے تھیلسمیا ٹیسٹ ضروری ہے؟

ڈاکٹر فوزیہ: ہر لڑکے اور لڑکی کو Hb الیکٹروفورسس کا ٹیسٹ ضرور کرانا چاہیے۔ تاکہ دو تھلیسمیا مائنر کی آپس میں شادی نہ ہو۔ اور آنے والی نسلوں کو اس مرض سے بچایا جا سکے۔

عطرت بتول: تھلیسیمیا کا شکار بچوں کے والدین سے معاشرہ تعاون کرتا ہے؟

ڈاکٹر فوزیہ: جی بالکل کرتا ہے، البتہ ماؤں کو تربیت کی ضرورت ہے۔ معاشرے میں لوگ عطیہ خون دینے سے ڈرتے ہیں جوان بچوں کی زندگی کی ضرورت ہے۔

عطرت بتول: آپ اپنی ابتدائی زندگی، تعلیم کے بارے میں بتائیے؟

ڈاکٹر فوزیہ: ابتدائی تعلیم وزیر آباد سے لی جس کو لاہور کالج فار ویمن سے مکمل کیا۔ سب سے پہلے ایم ایس سی سائیکالوجی کیا۔ بعد میں ایم اے اسلامیات کیا۔ اس کے بعد کمپیوٹر سائنس میں ماسٹرز کیا۔ ایک اور بات میں نے اپنی تعلیم شادی کے بعد مکمل کی جس کا کریڈٹ میرے شوہر کو جاتا ہے۔ کونسلنگ اینڈ گائیڈنس کا ڈپلومہ حاصل کرنے کے بعد کلینیکل سائیکالوجی میں ایم ایس کیا۔ اسلام اور نفسیات پر ایک ساتھ ریسرچ کی ۔ میرے تھیسس کا نام "تشویش کا مطالعہ بالحاظ اسلامی مذہبی عبادات" تھا ۔ یہ سب ڈگریاں پنجاب یونیورسٹی لاہور

* مصنفہ، مضمون نگار، کہانی کار۔ ای میل batulitrat@gmail.com

سے حاصل کیں۔ ہلال احمر میں نیشنل اور انٹرنیشنل لیول کی کافی تعداد میں ٹریننگز کیں۔

عطرت بتول: عملی زندگی کی طرف کیسے آئیں؟

ڈاکٹر فوزیہ: پہلے تو جاب شوق سے کی۔قسمت اچھی تھی، 87 لوگوں نے تحریری ٹیسٹ دیا 35 لوگ انٹرویو کے لیے چنے گئے ۔ ماہر نفسیات کی صرف ایک سیٹ تھی ۔ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم تھا کہ میں سلیکٹ ہوگئی ۔ ابھی تک جس سیڑھی پہ پہنچی ہوں اپنے میرٹ کی بنیاد پہ ہوں۔ ابھی ایک سال پہلے جب مجھے اسسٹنٹ ڈائریکٹر آف ہیلتھ سے ڈپٹی ڈائریکٹر آف ہیلتھ پنجاب برانچ پہ ترقی ملی ۔ میں ہر دن یہ سوچ کے کام پہ نکلتی ہوں کہ کہیں ان کوکبھی اپنے الفاظ پہ افسوس نہ ہو ۔ اپنے گھر کے بڑوں اور اپنے آفس کے بڑوں کی عزت کا ہر وقت حیال رکھتی ہوں میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی کہ ان کے اعتماد کوٹھیس پہنچے ۔ یہ میرا جذبہ مجھے ہر دم جوان مردی سے کام پہ اکساتا ہے۔سو میں اپنا آج کل سے بہتر اور بہترین کرنا چاہتی ہوں اس لیےلگن سے سفر جاری ہے۔

عطرت بتول: اتنی مصروفیت کے باوجود لکھنے کے لیے کیسے وقت نکالتی ہیں؟

ڈاکٹر فوزیہ: میں اپنے کام کو عبادت سمجھ کے کرتی ہوں دل سے سچے جذبے اور محبت سے ۔جس چیز سے محبت ہو جائے اس کے لیے انسان کسی بھی حد تک جا سکتا ہے۔ میں نے ہمیشہ رضا کارانہ لکھا ہے میرا مقصد شعور اور آ گاہی پھیلانا ہے۔ اپنے حصے کی شمع جلانے کی کوشش میں ہوں۔

عطرت بتول: آپ زیادہ تر معاشرتی موضوعات پر لکھتی ہیں، پاکستانی معاشرے سے کوئی گلہ؟ آپ نے اب تک کن ممالک کا سفر کیا، کتنی بین الاقوامی کانفرنسوں میں شرکت کی؟

ڈاکٹر فوزیہ: بہت سے ممالک میں ہلال احمر کی طرف سے جا چکی ہوں پہلے ٹرینگز کرنے جاتی تھی اب ٹرینگ کرانے جاتی ہوں۔ بے شمار بین الاقوامی کانفرنس، سمینار میں شرکت کر چکی ہوں۔ الحمدللہ

عطرت بتول: کچھ اپنے شوہر اور بچوں کے بارے میں بتائیے؟

ڈاکٹر فوزیہ: میرے شوہر ایک کامیاب ڈاکٹر تھے۔ اب اس اس دنیا میں نہیں رہے۔ وہ ایک خوبصورت شخصیت کے مالک تھے میں نے ان جیسا دوسرا شخص نہیں دیکھا۔ آج میں جو کچھ بھی ہوں اپنے ماں باپ اور اپنے شوہر کی وجہ سے ہی ہوں بدقسمتی سے اب یہ تینوں جنت میں مقیم ہیں۔ میرے دو بیٹے ہیں۔ دانیال سعید، دانش سعید۔ دونوں ابھی پڑھ رہے ہیں۔

عطرت بتول: شاعری، ادب سے لگاؤ ہے؟

ڈاکٹر فوزیہ: جی لگاؤ ہے، میں لکھتی بھی ہوں۔

عطرت بتول: کیسی کتب پڑھنا پسند کرتی ہیں؟

ڈاکٹر فوزیہ: اسلامی، نفسیاتی، ہیلتھ سائنسز کے متعلق، اخبارات

عطرت بتول: گھر اور جاب کی ذمہ داریوں کو کیسے پورا کرتی ہیں؟

ڈاکٹر فوزیہ: جاب والی عورت کو ڈبل ڈیوٹی انجام دینا پڑتی ہے۔ وہ باہر اگر اچھی ورکر ہے مگر گھر میں اچھی ماں یا اچھی بیوی نہیں تو اس کو جاب چھوڑ دینی چاہیے۔ وہ اگر دونوں جگہ اپنا رول مثبت انداز سے ادا کر رہی ہے اس کی گھریلو زندگی متاثر نہیں ہو رہی تو جاب کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ فیصلہ عورت کا اپنا ہونا چاہیے۔ وہ کوئی بھی کام جب اپنی مرضی اور خوشی سے کرے گی تو نہ وہ پریشان ہوگی نہ ہی تھکے گی میں اپنے گھر اور کام سے محبت کرتی ہوں۔ اپنے کام کو ثواب سمجھ کے کرتی ہوں باقی آپ کی نیت اللہ خوب جانتا ہے نیک نیتی کا پھل بھی اسی کے پاس ہے۔

عطرت بتول: گھریلو خواتین کو کوئی پیغام دینا چاہیں گی؟

ڈاکٹر فوزیہ: گھریلو خاتون کو چاہیے اپنا خود خیال رکھیں۔ شوہر کے گھر آنے سے پہلے کام ختم کر کے تیار ہو کے بن سنور کے رہیں۔ یہ کوئی بری بات نہیں ہے بلکہ ثواب کا کام ہے۔ اپنی خوراک کا بھی خیال رکھیں صحت مند ماں ہی صحت مند قوم کی ضامن ہے۔

☆☆☆

* تسنیم جعفری

چین کی ترقی کا سفر

اہم تبدیلیاں

چینی ریاست کی جانب سے نجی جائیداد کو ختم کردیا گیا، تمام صنعتیں ریاست کی تحویل میں لے لی گئیں۔ بدعنوانی اور رشوت کا خاتمہ کیا گیا اور چین کا نیا دستور روسی طرز پر بنایا گیا جس کے ذریعے پرولتاری آمریت کا قیام عمل میں آیا۔ یہ وہ اہم تبدیلیاں تھیں جس نے چین کے سماج کو بدل کر رکھ دیا۔ استحصالی اداروں کا خاتمہ ہوگیا، جاگیرداری ماضی کا حصہ بن گئی۔ اور چین ایک ایسے انقلابی دور میں داخل ہوگیا جہاں سے ایک نئی مملکت کی تشکیل ہونا تھی۔

نئے دستور کے مطابق عوام کو ووٹ کا حق دیا گیا اور ایک کثیر الثقافتی نظام کا نفاذ کیا گیا جس میں کسان، مزدور، کاریگر، اور دانشور سبھی شامل تھے۔ نئے نظام میں ماؤ کی شخصیت کو ابھارا گیا اور اس کے اقوال کو راہنما بنا کر ان پر عمل کیا گیا، لہٰذا چیئرمین ماؤ کی شخصیت بے حد طاقتور اور پر اثر ہوگئی۔

صنعتوں کا قومیانا

چینی صنعتوں کو قومیانے کے سلسلے میں پہلے صنعتوں کی قیمت ادا کی گئی پھر ان کے مالکان کو تنخواہ پر ملازم رکھا گیا۔ اگرچہ کارپوریشنوں کے مالکوں اور منیجروں نے اس پالیسی سے اتفاق نہیں کیا مگر ریاستی طاقت کے آگے انہوں نے ہتھیار ڈال دیے اور اس فیصلے کو منظور کرلیا۔

اجتماعی کاشت کاری کا نظام و زرعی اصلاحات

دیہاتی علاقوں میں جو اصلاحات کا سلسلہ شروع ہوا وہ کافی مشکل تھا۔ چینی ریاست نے اجتماعی کاشتکاری کا اصول اپنایا اور گاؤں کے کسانوں سے مل کر کاشت کرنے اور اس کی پیداوار میں حصہ بٹانے کے اصول بنائے۔ چین کے کسانوں کے لیے یہ ایک نیا طریقہ کار تھا جس کے وہ عادی نہ تھے۔ مگر ریاست کا مقصد یہ تھا کہ اجتماعی کاشت کے نتیجے میں زیادہ پیداوار ہوگی اور کسانوں میں اتحاد پیدا ہوگا۔

کوآپریٹو سوسائٹی کا نظام

اس نظام میں آٹھ دس کسان مل کر کاشت کرتے تھے، ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق اس کا حصہ ملتا تھا لیکن زمین ریاست کی تھی اور کسان کو یہ حق نہیں تھا کہ اسے فروخت کرسکے، چونکہ یہ طریقہ کار بھی چین کی روایت کے خلاف تھا اس لیے اس کو قبول کرنے کے لیے کسان تیار نہیں تھے۔ لیکن حکومت نے اسے جاری رکھا اور کوشش کی کہ کسان اس نئے نظام کو سمجھ کر اس میں حصہ لیں۔

روسی ماڈل کا خاتمہ

آزادی کے بعد ترقی کے لیے جو روسی ماڈل اختیار کیا گیا تھا، تجربے کے بعد اندازہ ہوا کہ وہ چین کے لیے قابلِ قبول نہیں ہے کیونکہ روسی اور چینی معاشرے میں بہت فرق ہے چین زرعی ملک تھا اور اس کی اکثریت کسانوں پر مشتمل تھی، صنعتی لحاظ سے پس ماندہ تھا، ورکنگ کلاس بہت کم تھی اسی طرح تکنیکی پیشہ ور بھی اس قابل نہیں تھے کہ وہ بڑے صنعتی منصوبوں کو چلاسکیں۔

نیا منصوبہ

ان حالات میں ماؤ نے فیصلہ کیا کہ چین کی ترقی کے لیے اسے اپنا راستہ خود تلاش کرنا ہوگا۔ لہٰذا ''آگے بڑھنے کے لیے لمبی چھلانگ لگا کر فاصلہ طے کرنا'' پر عمل کیا گیا۔ اس مقصد کے لیے اس

* استاد، سائنس فکشن مصنفہ۔ ای میل: tasneemjafri1@gmail.com

نے چینی عوام میں ایک نئے جذبے کو ابھارا۔ اس منصوبے کا پہلا قدم یہ تھا کہ آبپاشی کے نظام کو مؤثر اور بہتر بنایا جائے ،اس مقصد کے لیے پورے ملک میں نہریں کھودی گئیں، پُل بنائے گئے، پانی کو محفوظ رکھنے کے لیے ڈیم بنائے گئے۔ اس منصوبے کی تکمیل کے لیے لاکھوں کسانوں کو شامل کیا گیا۔ اگرچہ وہ تربیت یافتہ نہیں تھے لیکن ان میں یہ جذبہ پیدا کیا گیا کہ وہ اپنے روزمرہ کے اوزار لے کر آئیں اور تعمیر کے کاموں میں شریک ہوں۔ سائٹ پر ان کی رہائش کے لیے بیرکس تعمیر کی گئیں تاکہ آنے جانے میں وقت ضائع نہ ہو، کھانا یہ مل کر کینٹین سے کھاتے تھے، جہاں سب کو پکی پکائی دو روٹی یا چاول کا ایک پیالہ ملتا تھا۔ کام کے اوقات کی سختی سے پابندی کی جاتی تھی۔ ان کی تربیت فوجی طریقے سے کی گئی تھی، سب ایک جیسی وردی پہنتے تھے۔ صبح اٹھ کر یہ رائفلوں کی طرح اپنے اوزار کندھے پر رکھ صف بندی کے ساتھ کام پر جاتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آبپاشی کا نظام بہتر ہوگیا، اگرچہ اس میں تکنیکی خامیاں تھیں لیکن غیر تربیت یافتہ کسانوں نے وہ کام کیا جس کی دنیا کو توقع نہ تھی۔ جب مردوں کی اکثریت نہروں اور پُلوں کی تعمیر میں مصروف تھی تو کھیتوں میں کام کرنے کے لیے کسانوں کی کمی کو عورتوں نے پورا کیا، گھرداری چھوڑ کر انہوں نے کھیتی باڑی کا کام شروع کردیا۔ عورتوں کے کام کرنے سے جو تبدیلی آئی اس نے روزمرہ کی زندگی کو متاثر کیا، جیسے کھانا پکانے، بچوں اور ضعیفوں کی دیکھ بھال کا کام، یہ عورتوں کی ایک الگ جماعت کے ذمہ لگادیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عورتوں کی اکثریت گھریلو کام کاج سے آزاد ہوگئی اور ان میں خود اعتمادی پیدا ہوئی۔ اس طرح آبپاشی کا نظام بہتر ہونے کے ساتھ پیداوار میں بھی بہت اضافہ ہوا۔

اسٹیل بنانا

صنعتی ترقی کے لیے اسٹیل کا ہونا بہت ضروری ہے، اس مقصد کے لیے پورے ملک میں بھٹیاں لگائی گئیں جہاں دن رات اسٹیل کو بنانے کے لیے استعمال ہونے والے گھریلو برتن اور اوزار سب بھٹی میں ڈال دیے گئے، اس طرح تقریباً تین ملین ٹن اسٹیل تیار کیا گیا جو کہ ایک ناقابلِ یقین عمل ہے۔

نئی مملکت میں ترقی کی شرح 1980ء تک

چین کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے روشنی کی تلاش میں اپنی پوری توانائی اور صلاحیتوں کو استعمال کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے غلامی کے اندھیرے سے نکل کر بالآخر اپنی خودمختاری کو پالیا۔

جس نومولود مملکت نے صفر سے شروع کیا ہو، جبکہ عوام اور حکمرانوں کی صلاحیتیں خانہ جنگیاں سہہ سہہ کر منفی ہوچکی تھیں، آیئے اس ملک میں ترقی کا موازنہ کرتے ہیں۔

سماجی اعتبار سے، آزادی کے صرف تین سال بعد، یعنی 1952ء میں چینی عوام نے زرعی اصلاحات مکمل کر کے دو ہزار سال پرانے جاگیردارانہ شکنجوں کو توڑ ڈالا۔ اور مزید چار سال بعد یعنی 1956ء میں زراعت، صنعت اور تجارت کی نجی ملکیت کو قدم بقدم سوشلسٹ ملکیت میں تبدیل کرنے کا عظیم اور پیچیدہ فریضہ پایۂ تکمیل کو پہنچادیا۔ یہ تغیرات، رفتار، پیمانے اور روانی کو اور اس حیثیت کو مدِنظر رکھتے ہوئے کہ اس دوران پیداوار میں کمی کی بجائے خاصا اضافہ ہوا۔

1980ء میں بھی چین کی معیشت کو ترقی یافتہ نہیں کہا جاسکتا تھا، لیکن یہ نیم نوآبادیاتی ملک سے ایک خودمختار ملک بن چکا تھا اور خاصے بڑے پیمانے پر صنعتیں قائم ہوچکی تھیں۔ لگ بھگ 3 لاکھ 50 ہزار فیکٹریاں اور کارخانے، یہ تعداد آزادی سے پہلے کی نسبت پچیس گنا زیادہ تھی۔ فیکٹریوں میں نصب مشینیں اور سڑکوں پر رواں دواں بیشتر گاڑیاں چین کی ہی بنی ہوئی تھیں۔ ہر سال لگ بھگ 1 لاکھ 50 ہزار گاڑیاں تیار ہوتی تھیں۔ اب فولاد کی پیداوار 3 کروڑ 30 لاکھ ٹن تھی، جبکہ پرانے چین کی ریکارڈ پیداوار صرف 3 لاکھ ٹن تھی۔ تین عشروں میں صنعتی پیداوار میں سالانہ 11 فیصد اضافہ ہوا۔ آزادی سے قبل چینی کسان ٹریکٹر کے نام سے بھی واقف نہیں تھے، اور اب 5 لاکھ 75 ہزار بڑے ٹریکٹر اور 13 لاکھ 70 ہزار چھوٹے ٹریکٹر تھے۔ کسی زمانے میں چین میں تیل کی پیداوار کا تصور نہیں کیا جاسکتا، لیکن اس وقت چین کا شمار تیل پیدا کرنے والے ملکوں میں آٹھویں نمبر پر تھا۔ تیل صاف کرنے والے کارخانے بھی لگائے جاچکے تھے اور برآمد بھی کیا

جاتا تھا۔ وہ دن نہیں رہے تھے کہ جب محض پیٹرولیم کی درآمدات روک کر چین کی معیشت کا گلا گھونٹا جا سکتا تھا۔ 50 کے عشرے میں امریکہ اور 60 کے عشرے میں روس نے یہ کوششیں کر دیکھی تھیں۔

چین نے دفاعی اور دوسری ضروریات کے لیے اپنے میزائل، راکٹ اور ایسے مصنوعی سیارے بنائے تھے جنہیں دوبارہ زمین پر اتارا جا سکتا تھا۔

ماضی کے وبائی امراض جیسے چیچک، ہیضہ، اور امراضِ خبیثہ کہیں دیکھنے میں نہ آئے تھے، نہ ہی کوئی منشیات کا عادی تھا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ آج کوئی ملکی فضاؤں پر پرواز کر کے دیکھ سکتا ہے کہ ماضی کے چھوٹے چھوٹے کھیت اب اجتماعی قطعات میں بدل چکے تھے، جن کی حفاظت کے لیے درختوں کی پٹیاں تھیں، آب پاشی کے لیے آبی ذخیرے اور نہریں تھیں! یہ سب کچھ بیسیوں عظیم دیواروں کے برابر عوامی مساعی کا ثمر تھا۔ لیکن پھر بھی یہ اپنے ملک کو بین الاقوامی معیار پر ترقی یافتہ نہیں سمجھتے تھے کیونکہ ملک کی اسی فیصد آبادی دیہات میں رہتی تھی جو تعلیم یافتہ نہیں تھی۔ لیکن ملک کی آزادی سے لے کر جو بھی ترقی ہوئی وہ سب چیئرمین ماؤ کی مرہونِ منت ہے، جو اس قوم کے لیے پیغمبر کا درجہ رکھتا ہے اور بجا رکھتا ہے۔

آج کا جدید چین

ان کی ترقی کا راز صرف ایک لائن میں لکھا جا سکتا ہے:

''ماؤ نے ایک ایسی قوم بنائی جسے اخلاقیات سکھا کر، اچھی تربیت دے کر، صنعت وحرفت سیکھنے کی طرف راغب کر دیا گیا ہے''۔

گزشتہ چالیس سالوں میں چین کی ترقی اور اس کا معاشی عروج ایک معجزہ ہے، بالخصوص ترقی پذیر ممالک کے لیے ایک ماڈل کے طور پر چین نے تمام شعبوں میں اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اعلیٰ معیار کی ترقی کے پیمانے اور وسعت ساری دنیا کے لیے متاثر کن ہیں، چاہے وہ مواصلات ہو، نقل وحمل، تیز رفتار ٹرینیں، صنعتی ترقی، زراعت، جدیدیت، ماحولیات کا تحفظ، تعلیم یا کوئی بھی شعبہ ہو یہ ایک قابلِ ذکر ترقی ہے۔

عوام کو غربت کی لائن سے اوپر لانا

چین کا صرف پینتیس سال کے عرصے میں 80 کروڑ عوام کو غربت سے نکال کر اوپر لانا ایک الگ معجزہ ہے، انہیں معاشی طور پر با اختیار بنانا، اور ٹیکنالوجی کے ذریعے ان کے روزگار کو زیادہ بہتر بنانا بہت بڑی کامیابی ہے۔ چین نے پہلے ان اسباب کو تلاش کیا جو ان کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ تھے، پھر ان رکاوٹوں کو دور کیا جو انہیں غربت سے نکلنے نہیں دیتی تھیں اور اگلے منصوبے میں باقی کے پینتالیس فیصد لوگوں کو بھی اوپر لانے کا عزم جو دیہاتوں میں رہ رہے ہیں۔ (بین الاقوامی پیمانے کے مطابق اگر کسی کی روزانہ آمدن 1.90 ڈالر ہو تو وہ غریب ہے، اب جبکہ چین کے عوام کی روزانہ آمدنی بڑھ کر 2.3 ڈالر روزانہ ہو چکی ہے اس لیے وہ غربت کی لائن سے اوپر چلا گیا ہے۔) اب سب کو تعلیم اور صحت کی سہولیات بھی میسر ہیں۔

ذہنی تربیت سازی

کسی بھی ملک کی ترقی کے لیے قوم کو ذہنی طور پر تیار کرنا سب سے بڑا مرحلہ ہوتا ہے، کیونکہ مادی چیزیں آتی ہیں اور ضائع ہو جاتی ہیں، ٹھہری نہیں رہتیں۔ قوموں کی مثال بھی انسان کی طرح ہوتی ہے، وہ چاہے ارب پتی کھرب پتی ہو جائیں لیکن اگر ان میں صلاحیت نہ ہو تو وہ پیسہ آئندہ دو نسلوں تک مٹی میں مل جاتا ہے۔ جس طرح اچھے والدین اپنے بچوں کے لیے پیسہ جمع نہیں کرتے بلکہ انہیں اچھی تربیت دیتے ہیں تاکہ وہ خود اپنے لیے کچھ کر سکیں، یا موروثی جائیداد کو سنبھال سکیں اور اسے آگے بڑھا سکے، ضائع نہ کر دیں۔ اور سب سے اہم بات یہ کہ دوسروں کی نظروں میں گرنا نہیں ہے، ان کے آگے ہاتھ نہیں پھیلانا ہے۔ ایسی ہی مثال قوموں کی ترقی پر بھی صادر آتی ہے۔ چین کی ترقی کا بھی یہی راز ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کی ایسی تربیت کی کہ ہر حال میں راہِ راست پر رہنا ہے، اور قربانی دینی ہے جیسے ان کے بڑوں نے دی۔

چینی قوم کا لیڈر ماؤ جس نے اپنی قوم کو پہلے دن ہی ایسا سبق پڑھایا اور ان کی ایسی تربیت کر دی کہ جو آج چوہتر سال گزر جانے کے

بعد بھی انہیں ازبر ہے، جو انہیں پٹڑی سے اترنے ہی نہیں دیتی۔ دوست دشمن کی پہچان کرائی گئی، اور بتایا کہ جو ماضی میں سبق سیکھا اسے بھولنا نہیں ہے، دشمن ہمیشہ دشمن رہے گا وہ بدلے گا نہیں، آج تک انہوں نے مغربی اقوام پر بھروسہ نہیں کیا، کاروبار کرتے ہیں لیکن ان پر بھروسہ نہیں کرتے۔

اور آج یہ عملی طور پر دنیا کے امام ہیں، سپر پاور ہیں۔ انہیں خودداری سکھائی گئی ہے، کہ بھوکے مرجاؤ لیکن کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلانا۔ نا اپنی چیز کسی کو دینی ہے نا کسی کی کوئی چیز چھیننی ہے۔

آئی ٹی میں ترقی

نیٹ کو ہی لے لیں، انہوں نے کبھی yahoo کو استعمال نہیں کیا تھا، اپنے ایپ بنائے تو وہی استعمال کیے، جب تک نہیں تھے تو دنیا سے کوئی تعلق نہیں رکھا، سب سے کٹے رہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ خودی اور خودداری کا جو سبق پڑھا اس پر ساری عمر قائم رہے، یہی ان کی ترقی کا راز بنا کہ کسی سے کچھ نہیں لینا، اپنی چیز بنائیں گے تو ہی استعمال کریں گے۔ انہوں نے فیس بک اور واٹس ایپ پر اپنے ملک میں پابندی عائد کر رکھی ہے، اپنی فیس بک ایپ بنائی، اپنا سرچ انجن بنایا۔ آج وہ اپنی بنائی ہوئی ایپ We Chat استعمال کر رہے ہیں جو دنیا کی سب سے بڑی ایپ بن چکی ہے۔ پورے چین کا سو فیصد کاروبار اسی وی چیٹ پر چل رہا ہے، اسے اپنے موبائل پر انسٹال کیے بغیر آپ چین میں قدم نہیں رکھ سکتے، یہ آپ کے پاسپورٹ کی طرح اہم ہے۔

اپنی زبان کی قدر

ان کی ساری تعلیم اپنی زبان میں ہے، آج تک انگلش کو اہمیت نہیں دی۔ آپ اگر وہاں تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں یا کاروبار کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو چینی زبان آنی چاہیے، ورنہ چین میں آپ کچھ حاصل نہیں کر سکتے۔

ریاست کی ذمہ داری اور اہمیت

چین شاید واحد ملک ہے جس کی عوام غریب اور حکومت امیر ہے۔ چینی عوام نے خود کو ریاست کے حوالے کر دیا، اب تمام قوم کی ذمہ داری ریاست کی ہے، سڑک کے کنارے کتا بھی مر جائے تو اس کی ذمہ داری حکومت کی ہے۔ ایک کتا بھی آپ کو سڑک پر آوارہ یا بھوکا پھرتا نظر نہیں آئے گا، کہیں کوئی انسان بھوکا نظر نہیں آئے گا، یا بھیک مانگتا ہوا نظر نہیں آئے گا کیونکہ اس کو روٹی اور روزگار فراہم کرنا حکومت کا کام ہے۔

چینی ایک لقمہ بھی ضائع نہیں کرتے۔ کم کھانا، کم بولنا اور کام زیادہ کرنا۔ اپنے کام سے کام رکھنا۔ اخلاقی، معاشی، اور معاشرتی اصول جو اسلام نے بتائے ہیں ان پر عمل کر کے اپنا احتساب کرتے ہیں، ہر معاملے میں سادگی اپنائے ہوئے ہیں۔ جب انسان خود کو منظم کر کے صحیح راستے پر چلتا ہے تو وہ ترقی کی راہ پر چلتا نہیں دوڑتا ہے۔ یہی سب اصول آج چین کی ترقی کا راز ہیں۔ اب چاہے وہ آسمان سے باتیں کرتی عمارتیں بنائیں، شیشے کے پُل بنائیں، چاہے اپنا سورج بنا لیں، چاہے اپنی مصنوعات ساری دنیا میں پھیلا دیں، ان کے لیے کچھ بھی ناممکن نہیں ہے۔ دنیاوی ترقی ان کے لیے ثانوی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔

چین میں جرائم نام کو بھی نہیں، نا انصافی کا کوئی تصور نہیں۔ ہر جرم کی سزا موت ہے، اس لیے وہ کوئی غلط کام کرتے ہوئے سو بار سوچتے ہیں۔ حتیٰ کہ ٹریفک قوانین کو بھی نہیں توڑتے کیونکہ سرویلنس کیمرے ہر جگہ لگے ہیں، جرم کرنا انہیں بہت مہنگا پڑتا ہے۔

پلاننگ کی اہمیت

بات ترقی کی ہو، نظام کی یا تہذیب کی، چینی ہر کام کے لیے پلاننگ بہترین کرتے ہیں۔ پہلے سے پلاننگ اچھی ہو تو پھر اسے مادی شکل دینا آسان ہوتا ہے اور بہترین نتائج سامنے آتے ہیں۔ اور پھر جن کے پاس اعلیٰ قیادت ہو وہی ملک کو درست راستے پر گامزن کر سکتے ہیں، جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ چین نے صفر سے شروع کیا تھا، لیکن انہوں نے ہر معاملے میں پلاننگ سے کام لیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ،

If you fail to plan,basically you are planning to fail.

چائنہ اولمپکس 2008ء، ایک بڑی پیش رفت

اگر آپ پلاننگ کر کے کام کریں گے تو ناکامی کے امکانات بہت کم رہ جائیں گے۔ 2008ء میں چائنہ اولمپکس کے بعد سے ہی چین نے اصل ترقی کے ریکارڈ قائم کیے، اولمپکس کے لیے باقاعدہ منصوبہ بندی کی، ہر شہر میں نئے اسٹیڈیم بنائے، نئی سڑکیں اور مہمانوں کے لیے نئی عمارتیں اور ہوٹل بنائے، ایسا انتظام کیا کہ دنیا دنگ رہ گئی، اور انگلینڈ نے تو اگلے اولمپکس کے لیے پہلے سے ہی ہاتھ کھڑے کر دیے تھے کہ کوئی مجھ سے ایسی تیاری کی توقع نہ رکھے۔ اس اولمپکس کے بعد چین بہت بڑا بزنس ٹائیکون بن گیا، ساری دنیا کے دروازے اس کے لیے کھل گئے اور اس نے اپنا ملک دنیا کے لیے کھول دیا، پھر اس نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا، وہ ترقی کی جو دنیا کو معجزہ دکھائی دیتی تھی۔ یہ سب اس کی بہترین پلاننگ کا نتیجہ تھا۔

2018ء کی انٹرنیشنل کانفرنس

2018ء میں چین میں ایک انٹرنیشنل کانفرنس ہوئی تھی جو اس کے ایک ساحلی اور کاروباری شہر چھنداؤ میں ہونا تھی، اس شہر پر 12 ارب روپیہ خرچ کر کے اسے بہترین بنا دیا گیا، چینی عوام نے بھی احتجاج کیا کہ صرف اس ایک شہر پر اتنا پیسہ خرچ کر دیا، لیکن اسے علم تھا کہ اس کانفرنس سے اسے کیا فائدہ ہونے والا ہے اس لیے ایسی منصوبہ بندی کی تھی۔ اس وقت دنیا کی ہر بڑی کمپنی کے حقوق اب چین کے پاس ہیں۔ گویا چین نے بڑی شائستگی کے ساتھ دنیا سے تمام زیادتیوں کا بدلہ لے لیا ہے، لیکن چھین کر نہیں بلکہ جائز طریقے سے یہ ترقی کا سفر طے کیا۔

کووڈ 19

کووڈ 19 میں کرونا کو کنٹرول کرنے کے سلسلے میں چائنہ نے وہ تیزی دکھائی کہ دنیا حیران رہ گئی، دنیا کو اپنے لیے ممنوعہ کر دیا اور اپنے ملک کے دروازے دنیا پر بند کر دیے، اس کے لیے اسے بہت نقصان بھی برداشت کرنا پڑا، اتنا لوگ کرونا سے نہیں مرے جتنا سختی سے مرے، ایسی پابندیاں لگائی تھیں اپنی عوام پر کہ پورا چین قبرستان لگتا تھا، لیکن یہ سب اس نے اس لیے کیا کہ کسی کو اس پر انگلی اٹھانے کا موقع نہ ملے، اور دشمن اپنے منصوبے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ چاہے کوئی بحران ہو یا ترقی کا معاملہ چین ہمیشہ عمدہ پلاننگ کے ساتھ کام کرتا ہے۔

چین کی ترقی میں درج ذیل نکات بھی بہت اہم ہیں:

1۔ ان کی اقتصادی ترقی میں مرحلہ وار اصلاحات بہت اہم ہیں۔

2۔ ان کی قیادت بہت عمدہ اور تربیت یافتہ ہے جو لوگوں کو ساتھ لے کر چلتی ہے اور ان کے ساتھ ترقی کے کاموں میں مشغول رہتی ہے، جسے "Cool Process Democracy" کہا جاتا ہے۔ جو بھی قیادت آتی ہے وہ پچھلے منصوبوں کو آگے لے کر چلتی ہے، اور انہیں مزید ترقی دیتی ہے۔ وہ ممالک خوش قسمت ہیں جن کے پاس اعلیٰ قیادت ہے، کیونکہ اعلیٰ قیادت کے بغیر آپ ترقی نہیں کر سکتے۔

3۔ کرپشن بالکل نہیں ہے، بڑے سے بڑے آدمی کی کرپشن برداشت نہیں کی جاتی۔ کرپٹ لوگوں کو گولی ماردی جاتی ہے۔ ماؤ نے جو کرپشن ختم کی تھی تب سے آج تک کسی کو جرات نہیں ہوئی کہ کوئی غلط کام کرے۔

4۔ چین طاقت ور ہے لیکن کسی سے لڑتا نہیں، بلکہ اپنے دوست ملکوں کی ترقی میں مدد کرتا ہے۔

5۔ پانچ سالہ منصوبوں کے تحت اب تک ان کے چودہ منصوبے سامنے آ چکے ہیں جنہیں تکمیل تک پہنچا کر انہوں نے مطلوبہ مقاصد حاصل کر لیے ہیں۔

☆☆☆

*ای میل: hussainsyedsajjad268@gmail.com

* شاعر: ارسلان اللہ خان ارسل

نظم : جابر بن حیّان

سُنو، ہے یہ کوفہ کا اک واقعہ
جہاں سے ہے نکلا فنِ کیمیا

ہر اک شخص کا تھا وہاں مشغلہ
بنالے وہ سونا کسی بھی طرح

ملاتا تھا دھاتوں کو ہر شخص ہی
کہ سونا بنالے وہ اک دن یونہی

یہی آرزو بچّو! جابر کی تھی
وہ دھاتوں سے سونا بنالے کبھی

مگر جب ہوا اس میں ناکام وہ
تو پھر کر گیا اک نیا کام وہ

کہا اُس نے کہ وقت ہے قیمتی
چُناں چہ کیے پھر تجربے کئی

وہ رہتا تھا کوفہ میں، کوفی تھا وہ
بہت نیک بندہ تھا صوفی تھا وہ

وہ حکمت ہو منطق ہو یا فلسفہ
ہر اک علم سے اُس کا تھا واسطہ

تجربے کا تحقیق کا سلسلہ
یہ جابر سے پہلے کہیں بھی نہ تھا

سُنو یہ جو شورے کا تیزاب ہے
فقط اس نے ہی تو بنایا اسے

بنائے قرع اور انبیق بھی
کیے ان کے ذریعے تجربے کئی

جو تانبے کو جابر نے پرکھا ذرا
تو ایسا خطرناک مائع بنا

کہ اُس نے جلا ڈالے برتن سبھی
بہت اس سے جابر کو حیرت ہوئی

رکھی اُس نے انگشت اُس چیز پر
تو وہ جل گئی تب ہوئی یہ خبر

کہ تیزی سے بھرپور یہ آب ہے
کہا اس کو جابر نے تیزاب ہے

یہ گندھک، خضاب اور پارہ سبھی
بنائے ہیں سُن لو یہ جابر نے ہی

حقیقت میں وہ ایک عطار تھا
مگر کیمیا کا وہ سردار تھا

نہیں اس میں شک ہے ذرا ارسلاں
کہ جابر ہی ہے بانی کیمیا

لکھی اُس نے تصنیف الکیمیا
جو دیکھا جو جانا وہ سب لکھ دیا

*ای میل: khanarsalanullah78692111@gmail.com

*سیدہ عطیہ زہرا

تقریبات اور سرگرمیاں

ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ اور وفد کا گلگت ۔ بلتستان کا دورہ

جناب ضیاء اللہ خان طورو، ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ کے زیرِ قیادت وفد جس میں شامل افسران سیدہ عطیہ زہرا (اسسٹنٹ ڈائریکٹر)، فاطمہ شہزادی (ریسرچ آفیسر)، ظہیر خالد قریشی (اسسٹنٹ ڈائریکٹر) نے مورخہ 08 جولائی تا 12 جولائی گلگت ۔ بلتستان کا دورہ کیا۔ اس دوران صوبائی حکومت کے اعلیٰ افسران اور علمی ادبی شخصیات سے ملاقاتیں کیں اس کی تفصیل درج ذیل ہیں۔

ہنزہ پبلک سکول اینڈ ڈگری کالج کا دورہ

جناب ضیاء اللہ خان طورو نے اپنے وفد کے ہمراہ گلگت ۔ بلتستان میں ہنزہ پبلک سکول اینڈ ڈگری کالج کا دورہ کیا۔ (یہ سکول ایورشائن سوشل ویلفئیر آرگنائزیشن کا ایک تعلیمی منصوبہ ہے اور اس کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ وادی ہنزہ کا پہلا انگلش میڈیم سکول ہے) ایورشائن سوشل ویلفئیر آرگنائزیشن کے وائس پریزیڈنٹ جناب فضل کریم اور جنرل سیکرٹری جناب نوید اختر نے وفد کا استقبال کیا اور سکول و کالج کی لائبریری، آئی ٹی سینٹر، آڈیو ویژیول لیب اور دیگر شعبہ جات کا دورہ کروایا گیا۔ دورانِ گفتگو ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ نے ادارے کا مکمل تعارف کرواتے ہوئے پورے پاکستان میں بورڈ کے مقاصد ،سرگرمیاں اور سردست علمی ،سائنسی ،تاریخی ،تحقیقی اور مختلف نوع کی کتابوں کی اشاعت اور تراجم کے حوالے سے بورڈ کے زیرِ نگرانی، زیرِ کار اشاعتی منصوبوں، زیرِ طبع اور مستقبل کے منصوبہ جات متعلق تمام امور سے آگاہ کیا۔ وائس پریزیڈنٹ جناب فضل کریم اور جنرل سیکرٹری جناب نوید اختر نے بورڈ کی جملہ کارکردگی کو سراہا اور دونوں اداروں کے درمیان باہمی تعاون سے وادی ہنزہ کے طلبا و طالبات کی سکل ڈویلپمنٹ اور تکنیکی تعلیم کے تربیتی کورسز پر عمل درآمد کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے ساتھ اردو سائنس بورڈ کی مطبوعات تک ہنزہ کے طلبا و طالبات کی رسائی ممکن بنانے کے لیے اقدامات، تاکہ وہ ان کتب و میگزین سے استفادہ حاصل کرسکیں ۔ سیمینارز اور ورکشاپ کے انعقاد پر بھی تبادلہ خیال کیا گیا۔

قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی ہنزہ کیمپس کا دورہ

اردو سائنس بورڈ کے وفد نے جناب ضیاء اللہ خان طورو کی زیرِ قیادت قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی ہنزہ کیمپس کا دورہ کیا۔ شعبہ ایجوکیشن کے پروفیسر افتخار علی نے وفد کا استقبال کرتے ہوئے کہا کہ اردو سائنس بورڈ کے وفد کی پہلی بار آمد خوش آئند ہے ۔ اس موقع پر پروفیسر ڈاکٹر نوین اختر (شعبہ ٹورازم اینڈ ہاسپٹلٹی منیجمنٹ) اور ڈاکٹر علی زیب بھی موجود تھے۔ وفد کو یونیورسٹی کے مختلف شعبہ جات کا دورہ کروایا گیا۔ دورانِ اجلاس ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ نے بورڈ کا تعارف کروایا۔ مزید براں ادارہ اپنی کتب کو ڈیجیٹلائزیشن کے ذریعے عام قاری تک پہنچانے کے لیے بھی کوشاں ہے تاکہ طلبہ، اساتذہ اور محققین اس سے استفادہ حاصل کرسکیں۔ جناب ضیاء اللہ خان طورو نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے تجویز دی کہ اس علاقے کی تاریخی اور سیاحتی اہمیت کو مدِنظر رکھتے ہوئے نہایت ضروری ہے کہ یہاں آنے والے سیاحوں کی رہنمائی کے لیے معلوماتی کتابچے تیار کیے جائیں جن کی طبع و اشاعت کے لیے اردو سائنس بورڈ کے بھرپور تعاون کی پیشکش کی اور

*اسسٹنٹ ڈائریکٹر، اردو سائنس بورڈ، لاہور۔ ای میل: atiya.zahra4@gmail.com

طلبا اور اساتذہ کے تحقیقی کام کو اردو سائنس میگزین میں شائع کرنے کی پیشکش کی۔

علاوہ ازیں یونیورسٹی کے شعبہ اردو کی جانب سے طلبا و طالبات کو بورڈ کی خدمات سے متعلق آگاہی کے لیے ایک سیمینار کا اہتمام کیا گیا جس میں ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ نے خطاب کرتے ہوئے طلبا و طالبات کی زبان و ادب کے حوالے سے تحقیقی مواد تیار کرنے پر ہر ممکن مدد کی فراہمی کا یقین دلایا۔

لائبریری برائے انٹرنیشنل سٹڈیز کا دورہ

جناب ضیاء اللہ خان طورو کی سربراہی میں اردو سائنس بورڈ کے وفد نے گلگت۔بلتستان کی وادیِ ہنزہ میں قائم Hunzukutz لائبریری برائے انٹرنیشنل سٹڈیز کا دورہ کیا یہ لابریری 1980ء میں قائم کی گئی جس میں نہایت نایاب مطبوعات کا وسیع ذخیرہ موجود ہے۔جس سے مقامی افراد استفادہ حاصل کرتے ہیں۔ لائبریری میں وقتاً فوقتاً ڈرائنگ اور آرٹ کی سرگرمیاں اور مقابلے بھی منعقد کروائے جاتے ہیں۔

ڈی جی سکولز ایجوکیشن، گلگت بلتستان، جناب فیض اللہ خان لون سے ملاقات

اردو سائنس بورڈ کے وفد نے جناب ضیاء اللہ خان طورو کی قیادت میں ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن گلگت بلتستان کا دورہ کیا اور ڈی جی سکولز ایجوکیشن جناب فیض اللہ خان لون سے ملاقات کی۔ اجلاس میں سید نبی شاہ، ڈائریکٹر اکیڈمکس گلگت ڈویژن اور جناب شہزاد حسین، ڈپٹی ڈائریکٹر اکیڈمکس بھی موجود تھے۔ اجلاس میں طے پایا کہ دونوں اداروں کے مابین ایک لیٹر آف انڈر اسٹینڈنگ سائن کیا جائے گا جس کے تحت گلگت بلتستان کے تعلیمی اداروں تک بورڈ کی مطبوعات کی فراہمی یقینی بنائی جا سکے گی۔

قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی، گلگت کا دورہ

اردو سائنس بورڈ کے وفد نے قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی گلگت کیمپس کا دورہ کیا۔ صدر ''شعبہ اردو و علاقائی زبانیں'' کے پروفیسر جناب ڈاکٹر نوید نے وفد کا استقبال کیا اور اردو سائنس بورڈ کے وفد کی پہلی بار آمد پر مسرت کا اظہار کیا۔ اس نشست میں محترمہ ڈاکٹر وجیہہ شاہین، جناب ڈاکٹر محمد نوید اور دیگر فیکلٹی ممبران و سکالرز بھی تشریف فرما تھے۔ صدر شعبہ اردو جناب ڈاکٹر محمد نوید صاحب نے بورڈ کی خدمات کو سراہتے ہوئے دونوں اداروں کے مابین قومی زبان کے فروغ کے لیے مشترکہ منصوبوں جن میں کونسلنگ نشستیں، سیمینارز، ورکشاپ وغیرہ کے انعقاد کے لیے تعاون پر اظہارِ خیال کیا۔

سیکرٹری ہائیر، ٹیکنیکل اینڈ اسپیشل ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ، گلگت۔ بلتستان جناب فرید احمد سے ملاقات

جناب ضیاء اللہ طورو کی زیرِ قیادت وفد نے سیکرٹری ہائیر ٹیکنیکل اینڈ اسپیشل ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ، گلگت۔ بلتستان جناب فرید احمد سے ملاقات کی۔ سیکرٹری صاحب نے اردو سائنس بورڈ کی خدمات کو سراہا اور وفد کے اراکین اور دیگر ذمہ داران کا شکریہ کیا۔ اس کے ساتھ دونوں اداروں کے باہمی اشتراک سے گلگت۔ بلتستان میں سائنسی تعلیم کی قومی زبان اردو میں فروغ کے لیے مشترکہ کاوشیں بروئے کار لانے پر اتفاق ہوا اور اس ضمن میں طے پایا کہ دونوں اداروں کے مابین ایک لیٹر آف انڈر اسٹینڈنگ سائن کیا جائے گا جس سے گلگت۔بلتستان کے تعلیمی اداروں تک اردو سائنس بورڈ کی مطبوعات کی فراہمی ممکن ہو سکے گی۔

ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ اور وفد کا کراچی کا دورہ

جناب ضیاء اللہ خان طورو، ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ کے زیر قیادت وفد جس میں شامل افسران ظہیر خالد قریشی (اسسٹنٹ ڈائریکٹر، پبلی کیشنز ریلز) اور معاونت کے لیے عتیق الرحمن شاہد، اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری نے مورخہ ۱۱ اگست ۲۰۲۴ء تا ۱۴ اگست ۲۰۲۴ء کو کراچی کا دورہ کیا۔ اس موقع پر اردو سائنس بورڈ کی جانب سے سیمینار اور دیگر تقریبات کا اہتمام کیا۔ کتاب میلے میں شرکت کی۔ اس کی تفصیلی رپورٹ درج ذیل ہے۔

اردو لغت بورڈ کا دورہ

جناب ڈائریکٹر صاحب کی ہدایت پر جناب ظہیر خالد قریشی (اسسٹنٹ ڈائریکٹر، پبلی کیشنز رسیلز) اور جناب عتیق الرحمن شاہد (اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری) نے اردو لغت بورڈ، کراچی کا دورہ کیا۔ وہاں فیصل وقار، انچارج کراچی آفس نے انھیں خوش آمدید کہا۔ جناب محمد ارشد نے اردو سائنس بورڈ کے افسران کو پرنٹنگ پریس کا دورہ کرایا۔

فریر ہال کراچی لائبریری کا دورہ

جناب ضیاء اللہ خان طورو، ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ اور وفد نے فریر ہال کراچی کا دورہ کیا۔ جناب سید سلطان خلیل، اعزازی سفیر برائے کتب نے وفد کا استقبال کیا۔ وفد نے فریر ہال میں قائم تاریخی لائبریری کا دورہ کیا جناب محمد سلیم، لائبریرین نے وفد کو خوش آمدید کہا۔ اس موقع پر وہاں موجود طلباء اور قارئین سے بھی ملاقات کی گئی۔

کتاب کلچر کے فروغ کے لیے سیمینار کا انعقاد

اردو سائنس بورڈ کے زیر اہتمام فریر ہال کراچی میں ''پاکستان میں کتاب کلچر کا فروغ'' کے موضوع پر ایک روزہ سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں کراچی کے معروف پبلشرز اور تاجران کتب نے شرکت کی۔ صدارت جناب ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ لاہور اور بطور مہمان خصوصی جناب سید سلطان خلیل شریک ہوئے۔ دوران گفتگو ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ نے ادارے کا مکمل تعارف کراتے ہوئے پورے پاکستان میں بورڈ کے مقاصد، سرگرمیاں اور سردست علمی، سائنسی، تاریخی، تحقیقی اور مختلف نوع کی کتابوں کی اشاعت اور تراجم کے حوالے سے بورڈ کے زیر نگرانی، زیر کار اشاعتی منصوبوں، زیر طبع اور مستقبل کے منصوبہ جات کی بابت تمام امور سے آگاہ کیا۔ جناب ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ نے تمام پبلشرز رناشران کتب سے ملاقات کی اوران کو درپیش مسائل وتحفظات پر بات چیت کی۔

۷۸ ویں جشن آزادی کتاب میلے کی پر وقار افتتاحی تقریب

اردو سائنس بورڈ کے زیر اہتمام شہرِ قائد میں منعقدہ، ۷۸ ویں جشن آزادی کتاب میلے کی پر وقار افتتاحی تقریب میں ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ ضیاء اللہ طورو نے بطور مہمان خصوصی شرکت کی۔ دیگر مہمانان میں جناب ایس ٹی مصطفی، ماہر تعلیم اور جناب سید رضا عباس رضوی، سینئر ڈائریکٹر برائے سپورٹس اینڈ کلچر کے ایم سی، کراچی شامل تھے۔ مہمانان نے فیتہ کاٹ کر کتاب میلے کا باقاعدہ افتتاح کیا۔ اس موقع پر منعقدہ تقریب کے آغاز پر ڈاکٹر زوہیب حسن نے تلاوت کلام پاک کی۔ جناب ضیاء اللہ خان طورو، ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ نے افتتاحی تقریب پر اظہار خیال کیا، کتاب کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ قوم کو علمی میدان میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے کتاب کا سہارا لینا ہوگا۔ مطالعے سے نوجوانوں میں فکری شعور بیدار پیدا ہوتا ہے۔ پُرامن معاشرے کے لیے کتب بینی انتہائی ضروری ہے۔ اردو سائنس بورڈ گزشتہ چھے دہائیوں سے اس علمی فریضے کو سرانجام دے رہا ہے۔ اس وقت لائبریری کلچر کو فروغ دینے کی اشد ضرورت ہے۔ جلد ہی اردو سائنس بورڈ ملک بھر کی اکیس ہزار سے زائد لائبریریوں کو کتب فراہم کرے گا۔

مزار قائد پر منعقدہ جشن آزادی کی پرچم کشائی کی تقریب

۷۸ ویں یوم آزادی کے موقع پر ظہیر خالد قریشی (اسسٹنٹ ڈائریکٹر پبلی کیشنز)، عتیق الرحمن شاہد (اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری) اور فیصل وقار (انچارج اردو سائنس بورڈ کراچی) پر مشتمل وفد نے ڈائریکٹر صاحب کی ہدایت کے مطابق مزار قائد پر منعقدہ جشن آزادی کی پرچم کشائی کی تقریب میں شرکت کی۔ تقریب کے مہمان خصوصی جناب سید مراد علی شاہ، وزیر اعلیٰ سندھ اور جناب کامران ٹیسوری، گورنر سندھ تھے۔ جناب آئی جی سندھ، چیف سیکرٹری سمیت وزرا اور افسران کی کثیر تعداد موجود تھی۔ اس موقع پر بورڈ کے نمائندہ وفد نے حکومت سندھ کے صوبائی وزیر سعید غنی اور سید ناصر حسین شاہ سمیت دیگر عہدیداران سے ملاقات کی اور بورڈ کا تعارف پیش کیا۔

ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ ضیاء اللہ خان طورو نے اپنے وفد کے ہمراہ ہنزہ پبلک سکول اینڈ ڈگری کالج، ہنزہ کا دورہ۔ ایور شائن سوشل ویلفیئر آرگنائزیشن کے وائس پریزیڈنٹ جناب فضل کریم اور جنرل سیکرٹری جناب نوید اختر سے ملاقات۔ وفد میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر کوارڈینیشن سیدہ عطیہ زہرا، اسسٹنٹ ڈائریکٹر سیلز اینڈ پبلیکیشنز ظہیر خالد قریشی، ریسرچ آفیسر فاطمہ شہزادی بھی شامل تھے۔

جناب ضیاء اللہ خان طورو کی سربراہی میں اردو سائنس بورڈ کے وفد نے گلگت ۔ بلتستان کی وادیِ ہنزہ میں قائم Hunzukutz لائبریری برائے انٹرنیشنل سٹڈیز کا دورہ

اردو سائنس بورڈ کے وفد کا ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ ضیاء اللہ خان طورو کی زیرِ قیادت قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی ہنزہ کیمپس کے دورے کے موقع پر پروفیسر افتخار علی (شعبہ ایجوکیشن) پروفیسر ڈاکٹر نوین اختر (شعبہ ٹورازم اینڈ ہاسپٹلٹی مینجمنٹ) اور ڈاکٹر علی زیب سے ملاقات کی عکس بندی

ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ ضیاء اللہ خان طورو قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی، ہنزہ کیمپس میں منعقدہ سیمینار میں طالب علموں سے خطاب کر رہے ہیں۔

ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ ضیاء اللہ خان طورو اور بورڈ کے افسران کا قائداعظم ریذیڈنسی، کراچی کا دورہ۔

بورڈ افسران کی صوبائی وزیر سندھ سعید غنی سے ملاقات

اردو ڈکشنری اور سائنس بورڈ کراچی کے زیر اہتمام لائبریریز اور کتاب کلچر کو فروغ دینے کیلیے سطح اجلاس دوسری جانب شرکاء کا گروپ فوٹو

ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ ضیاء اللہ خان طورو کی زیرِ قیادت کے بورڈ کے وفد کا قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی، گلگت کا دورہ۔ صدرِ شعبہ اردو و علاقائی زبانیں، پروفیسر جناب ڈاکٹر نوید، محترمہ ڈاکٹر وجیہہ شاہین اور دیگر فیکلٹی ممبران و سکالرز سے ملاقات

ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ ضیاء اللہ خان طورو، قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی، شعبہ اردو و علاقائی زبانیں کے زیرِ اہتمام سیمینار سے خطاب کر رہے ہیں۔

ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ ضیاء اللہ خان طورو اور بورڈ کے افسران قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی، گلگت میں طلبا و طالبات سے گفتگو کر رہے ہیں۔

سیکرٹری ہائیر، ٹیکنیکل اینڈ اسپیشل ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ، گلگت ۔ بلتستان جناب فرید احمد سے ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ ضیاء اللہ طورو کی زیرِ قیادت وفد کی ملاقات

ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ ضیاء اللہ خان طورو، سیکرٹری ہائیر، ٹیکنیکل اینڈ اسپیشل ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ، گلگت ۔ بلتستان جناب فرید احمد کو اردو سائنس بورڈ کی یادگاری شیلڈ اور میگزین پیش کر رہے ہیں۔

اردو سائنس بورڈ کے وفد نے جناب ضیاء اللہ خان طورو کی قیادت میں ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن گلگت بلتستان کا دورہ کیا اور ڈی جی سکولز ایجوکیشن جناب فیض اللہ خان لون سے ملاقات کی۔ اجلاس میں سید نبی شاہ، ڈائریکٹر اکیڈمکس گلگت ڈویژن اور جناب شہزاد حسین، ڈپٹی ڈائریکٹر اکیڈمکس بھی موجود تھے

ڈاکٹر طارق ریاض*

پیلی دنیا

انڈے کی پیلی زردی، پیلا یرقان، پیلا رنگ، پیلے پھول، پیلے جانور جس طرف دیکھو قدرت نے اس دنیا کو پیلے رنگ سے سجا رکھا ہے۔ مرئی طیف (Visible Spectrum) کے سبز اور نارنجی کے درمیان پیلا رنگ ہے۔ پیلے رنگ کو عربی میں صفر، فارسی میں زرد اور انگریزی میں "Yellow" کہتے ہیں۔ یہ رنگ مسرت، بے وفائی، رجائیت، احتیاط، اعلیٰ نظری تخیّل، امید، بیزاری، گرمی، ساتھ، حسد، لالچ، بیماری، رکاوٹ اور دوستی کے معنوں میں لیا جاتا ہے۔ اس رنگ کو اس قدر وسیع معنوں میں لینے کی وجہ مختلف انداز میں لیتی ہے۔ کسی کے ہاں پیلا رنگ سورج یا "چڑھتا سورج" ہے تو کسی اور تہذیب میں اس رنگ کو دھوکہ کے معنوں میں لیا جاتا ہے۔ کسی کو ایک پیلا پھول پیش کرنا ناراضی اور پیلے پھولوں کا گلدستہ پیش کرنا محبت کی علامت ہے۔ رنگوں کی دنیا میں اس کا شمار ابتدائی یا پرائمری رنگوں میں ہوتا ہے۔ ماہرین نفسیات کے مطابق پیلا رنگ گرم جوشی، مثبت اندازِ فکر اور اُٹھان کی نشانی ہے۔ یہ رنگ، جوش، ولولہ، اعتماد اور امید کی علامت ہے۔ جبکہ دوسری جانب یہی رنگ کمزوری، علالت، بزدلی اور انا پرستی کا اظہار کرتا ہے۔

کارخانہ قدرت میں پیلے یا "Yellow" رنگ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ہماری دنیا اصل میں پیلی دنیا ہے۔ ہماری زمین میں موجود کیمیائی عناصر (Elements) کی دنیا میں بھی سلفر (Sulphur) اور سونا (Gold) دو ایسے کیمیائی عناصر ہیں جو پیلے رنگ کے ہیں۔ اسی طرح فاسفورس، آرسینک (Arsenic) اور اینٹی منی کے "Allotropes" (عناصر کی متبادل اشکال) بھی پیلی یا سفیدی مائل پیلی رنگت میں ملتے ہیں۔ کلورین اور فلورین نامی گیسیں ہلکے پیلے رنگ کی ہوتی ہیں۔ مختلف کیمیائی مادے مثال کے طور پر کرومیم ہائیڈرو آکسائیڈ اور مونو کرومیٹ پیلے رنگ کے ہیں۔ جلنے پر سوڈیم پیلے رنگ کا شعلہ پیدا کرتا ہے۔ قیمتی پتھروں میں بھی پیلا رنگ ملتا ہے۔ مثلاً "Citrine" نامی پتھر اپنی پیلی اور نارنجی رنگت کے باعث خاصے مقبول ہیں۔ یوں تو متعدد قیمتی پتھر کئی رنگوں میں پائے جاتے ہیں۔ جن میں ترمری (Tourmaline)، عقیق (Afate)، پکھراج (Topaz)، ددوھیا پتھر اوپل (Opal)، بیرل (Beryl)، یاقوت (Mali Garnets) اور سنگِ زرقون (Zircon) وغیرہ قدرتی طور پر پیلی رنگت کے بھی ملتے ہیں۔ جن سے کئی طرح کے زیورات بنتے ہیں۔

قدرت نے جانداروں کی دنیا کو بھی پیلے رنگ سے رنگا ہوا ہے۔ وائرس کی ایک قسم فلیو وائرس بندروں میں بخار کا باعث بنتی ہے۔ اس کو پیلا بخار (Yellow Fever) کہا جاتا ہے۔ یہ وائرس جنگلات میں مچھروں کے ذریعہ بندروں تک پہنچ کر پیلے بخار کا باعث بنتا ہے۔ چقندر کی فصل میں بیماری پیدا کرنے والے وائرس کو پیلا وائرس (Yellow Virus) کہتے ہیں۔ اس بیماری میں پودے کی

*وائس پرنسپل، گورنمنٹ قائداعظم اکیڈمی برائے ایجوکیشنل ڈویلپمنٹ، شرق پور، شیخوپورہ۔ ای میل: tariq_pathologist@yahoo.com

نشوونما بُری طرح متاثر ہوتی ہے۔ آبی ماحول میں رہنے والی الجی (Algae)میں "Xanthophyceae" خاندان کی الجی کو پیلی سبز الجی (کائی) کہا جاتا ہے۔ عالم پروٹیسٹا (Protista) کے "Slime Molds" جو کئی فٹ قطر تک پھیلے ہوتے ہیں۔ ان کا رنگ گہرا پیلا ہوتا ہے۔ ان کی حالت جب یہ کھا پی رہے ہوتے ہیں پلازموڈیم کہلاتی ہے۔ یاد رہے کہ یہ پلازموڈیم اس پلازموڈیم سے مختلف ہے جو مادہ مچھر انوفیلیز انسانوں میں ملیریا بخار پیدا کرتی ہے۔ یہ والا پلازموڈیم جو پیلے رنگ کا ہوتا ہے۔ گلے سڑے مادوں، پتوں وغیرہ پر پیدا ہوتا ہے۔ ایبا کی ایک نوع جسے "Dictyostelium Discoideum" کہا جاتا ہے۔ پیلے رنگ کے سپورز پیدا کرتی ہے "Vaucheria" نامی الجی کی ایک قسم کا شمار پیلی مائل سبز الجی میں ہوتا ہے۔ ان میں "Xanthophylls" اور "Beta Carotene" جیسے پگمنٹ اس پیلی رنگت کی وجہ ہیں۔ سونے کی پیلے پن والی ایک "Prymnesium" نامی الجی جس کی تین درجن کے قریب انواع ہیں، گولڈن الجی کہلاتی ہیں۔

عالم فنجائی (Kingdom Fungi) کے اراکین میں بھی قدرت نے پیلا رنگ بھر رکھا ہے۔ ایسی متعدد انواع موجود ہیں جن کے ریشے (Hyphae) اور فروٹنگ باڈیز کی رنگت پیلی ہے۔ مشہور زمانہ فنگس یا پھپھوندی "Aspergillus Flavus" چمکدار پیلے مائل سبز کونڈیا پیدا کر کے نسل آگے بڑھاتی ہیں۔ متعدد فنجائی مثلاً "Mucor Septic" ایک فنگل انفیکشن سے چھپکلیوں میں بیماری پیدا کرتی ہے۔ یہ بیماری اب انسانوں میں بھی معلوم ہوئی ہے جو فنگس کے سپورز سانس کے ذریعہ اندر لے جانے سے ہوتی ہے۔ اس بیماری کو پیدا کرنے والی فنگس کو "Yellow Fungus" کہا جاتا ہے۔

ذیل میں چند کھمبیوں (Mushrooms) کی فہرست دی گئی جو پیلے یا سنہرے (گولڈن) رنگ میں ملتی ہیں:

آفتابی کھمبی (Leucocoprinus Birnbaumi)

سیپ کھمبی (Pleurotus Citrinopileatus)

چکن کھمبی (Laetiporus Sulphureus)

سبزی کھمبی (Cantharellus Cibarius)

جیک لالٹین کھمبی (Omphalotus Olearius)

گولڈن جیلی پھپھوندی (Tremella Mesenterica)

گومڑی (مسا) کھمبی (Amanita Fusiformis)

سنہرے سپنڈلز (Clavulinopsis Fusiformis)

سنہری کان والی کھمبی (Hygrocybe Chlorophana)

مومی کھمبی (Hygrocybe Chlorophana)

ان کے علاوہ بھی متعدد پیلے رنگ کی فنجائی دنیا میں پائی جاتی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

پیلا مورل (Morchella Esculenta)

پیلے کپ (Bisporella Citrina)

یاسمین مولڈ (Fuligo Septica)

بدبودار کھمبی (Tricholoma Sulphureum)

بلاب (Physarum Polycephalum)

پودوں کی دنیا میں پیلا رنگ دیکھ کر لگتا ہے کہ ہماری دنیا اصل میں پیلی دنیا ہے۔ پودوں میں سبزینہ یا کلوروفل پایا جاتا ہے۔ اس کی ایک قسم کلوروفل ہے اور دوسری قسم کو کلوروفل بی کہا جاتا ہے۔ کلوروفل بی پیلے پن پر سبز رنگ ہے۔ یہی وجہ کہ پودوں کے پتے سبز رنگ کے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پودوں کے پتوں میں سبز رنگ میں پیلا پن بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ پھر سارا سال پودے اپنے نائٹروجنی بیکار مادے پتوں میں ذخیرہ کرتے ہیں۔ جس وجہ سے پتے پیلے پڑ جاتے ہیں۔ انہیں خزاں کے موسم میں جھاڑ کر پودے بیکار مادوں سے نجات حاصل کرتے ہیں۔ پھولوں کی دنیا میں پودے کثیر تعداد میں موجود ہیں جو اپنے پیلے پھولوں کی وجہ سے جانے جاتے ہیں۔ ان کی طویل فہرست میں سے چند کچھ یوں ہیں:

اردو نام	سائنسی نام
پھول ریچھ کان	Primula auricula
بیگونیا	Begonia obliqua

گل آفتاب رو	Bidens
گل کوکب کوہی	Rudbeckia hirta
پیازی	Ranunculus bulbosus
پیلا گوہر	Impatiens Pallida
گیندا	Tagetes Indica
گل اشرفی	Calendula officianalis
پیلا گلاب	Rosa indica
گل سوسن	Lilim
گل شپوری	Zantedeschia Aethiopica
خدائی گل	Dianthus Caryophyllus
گل وفا	Gerbera Jamesonii
گل نرگس	Narcissus
اکفیہ	Achillea millefolium
گل گڑہل	Hibiscus rosa- sinensis
زینیہ	Zinnia grandiflora
پیلا دورگہ	Viola
گل محبت	Oenothera glazioviana
گل داؤدی	Chrysanthemum indicum

وغیرہ ایک طویل فہرست ہے جو پیلے رنگ کے پھول پیدا کرتے ہیں۔

شملہ مرچ ، سمر سکواش ۔ ٹماٹر ، گاجر ، لوبیا ، بند گوبھی ، کریلے ، خوبانی ، کھجوریں ، کیلے ، گرما ، سردا ، گولڈن کیوی ، رس بھری ، گریپ فروٹ ، لیموں ، لوکاٹ ، آم ، پپیتا ، اناس ، سفرجل ، سیب ، چیری ، ڈریگن فروٹ ، پیلی انجیر ، پیلی ناشپاتی ، پیلے تربوز وغیرہ ۔ پھلوں کی بھی ایک لمبی چوڑی فہرست ہے جو پیلے رنگ کے ہوتے ہیں ۔

جانوروں کی دنیا بھی پیلے رنگ سے سجی ہے ۔ یہاں قدرت نے پیلی رنگت کے بارے میں فیاضی کا مظاہرہ کیا ہے ۔ بغیر ریڑھ کی ہڈی والے جانوروں میں بھی اس رنگ کے جانور مل جاتے ہیں ۔ مثلاً

پیلی مکڑی (Argiope aurantia)

پیلی تتلی (Colias croceus)

ٹڈا (Mantis religiosa)

لیمن سنیل (Cepaea nemoralis)

پیلا اسفنج (Aplysina fistularis)

پیلا سمندری اینی مون (Cnidopus japonicus)

پیلے دھبے دار چپٹا کیڑا

(Thysanozoon nigropapillosum)

پیلا گول کیڑا (Globlodera rostochiensis)

پیلا سلگ (Ariolimax columbianus)

شہد کی مکھی (Apis mellifera)

پیلا بگ (Charidotella sexpunctata)

تھرپس (Haplothrips tritici)

لیندسی زعفرانی کروکس (Xanthotype uriticaria)

گندھکی تتلی (Colias philodice)

پیلی مکھی (Hexagenia)

پیلی منڈلانے والی مکھی (Allograpta obliqua)

اسی طرح ریڑھ کی ہڈی والے فقاریہ جانوروں میں بھی پیلا رنگ دیکھنے کو ملتا ہے ۔ مچھلیوں میں سینکڑوں اقسام ایسی ہیں جو مکمل یا جزوی طور پر پیلی رنگت کی حامل ہیں ۔ مثال کے طور پر :

گائے مچھلی (Lactoria cornuta)

شے پور مچھلی (Aulostomus chinensis)

تتلی ماہی (Chaetodon semilarvatus)

ماکرو مچھلی (Labidochromis caeruleus)

دریائی گھوڑا (Hippocampus reidi)

زرد مچھلی (Zebrasoma flavescens)

جعبہ مچھلی (Ostracion cubicus)

طلائی مچھلی (Parupeneus cyclostomus)

خرگوش ماہی (Siganus vulpinus)

اناس مچھلی (Cleidopus gloriamaris)

سانپوں میں بھی پیلے رنگ کے یا پیلی آنکھوں والے سانپ دیکھنے کو ملتے ہیں۔مثال کے طور پر:

مارموش سانپ(Elphe Obsolete Quadri Vittatus)

برمی پائتھن (Python bivittatus)

راج پائتھن(Python regius)

پیلا کچھوا(Chrysemys scripta elegans)

وغیرہ وغیرہ۔

پرندوں میں بھی قدرت نے پیلا رنگ پھیلا رکھا ہے۔مثلاً

زرد چڑیا(Setophaga petechia)

ملائی پرندہ(Spinus Tristis)

فرخندہ(Piranga ludoviciana)

پیلا ڈاکو پرندہ(Geothlypis Trichas)

سینہ زرد پرندہ(Icteria virens)

گلسرک(Serinus pusillus)

بھرمانی(Pericrocotus speciosus)

پیلا آسٹریلین طوطا(Melopsitltacus undulatus)

کاک ٹیل(Nymphicus hollandicus)

وغیرہ سمیت ایک طویل فہرست ایسے پرندوں کی جو کلی یا جزوی طور پر پیلے پر رکھتے ہیں۔ پرندوں کے پروں میں Melanin(میلانین) کے علاوہ متعدد "Carotenoid" پائے جاتے ہیں جو پیلے رنگ کے علاوہ دیگر رنگ بھی پیدا کرتے ہیں۔

دودھ پلانے والے جانور جنہیں ممالیہ کہا جاتا ہے۔یہاں بھی قدرت نے پیلا رنگ بکھیر رکھا ہے۔مثلاً

پیلا میرکت(Cynictis penicillata)

پیلا مارموت(Marmota flaviventris)

زرد سمور(Martes flavigula)

پیلی چمگادڑ(Lasiurus intermedius)

بونگو ہرن(Tragelaphus eurycerus)

کانگ روی(Petrogale xanthopus)

طلائی تمارین(Leontopithecus rosalia)

پیلا بن مانس(Papio cynocephalus)

وغیرہ وغیرہ۔

پیلی توری، کدو، سیب، کنول، انڈے کی زردی، حتیٰ کہ ہمارا بول وبراز بھی پیلے رنگ میں رنگا ہے۔قدرت کو یہ رنگ اس قدر پسند ہے کہ اس نے زندگی تو زندگی بے جان اشیا میں بھی اس رنگ سے کائنات کو سجایا ہے۔انسان نے بھی نیو یارک لائف بلڈنگ کی چھت، مساجد، گرجا گھروں اور مندروں کی دیواروں، کھلونوں، فٹ پاتھوں وغیرہ کو پیلے رنگ سے سجا رکھا ہے۔ان کے علاوہ بھی ہر طرف پیلا رنگ دکھائی دیتا ہے۔ٹیکسی، رکشہ، کاریں، ریلوے پھاٹک، مارکرز، پنسلیں، چارٹس، ملبوسات، مشروبات، سکوائش، مکھن، پنیر سمیت بے جان اور جاندار سبھی کچھ تو پیلا(Yellow) ہے۔

☆☆☆

* روہیل اکبر

شاہراہ قراقرم

شاہراہ قراقرم محض ایک سڑک نہیں بلکہ ہماری ترقی، خوشحالی اور بلندیوں کی طرف جانے والا ایک حسین سفر بھی ہے۔ اس عظیم الشان سڑک کی تعمیر کا آغاز 1966ء میں ہوا اور تکمیل 1978ء میں ہوئی۔ شاہراہ قراقرم کی کل لمبائی 1,300 کلومیٹر ہے جس کا 887 کلو میٹر حصہ پاکستان میں ہے اور 413 کلومیٹر چین میں ہے۔ یہ شاہراہ پاکستان میں حسن ابدال سے شروع ہوتی ہے اور ہری پور ہزارہ، ایبٹ آباد، مانسہرہ، بشام، داسو، چلاس، جگلوٹ، گلگت، ہنزہ نگر، سست اور خنجراب پاس سے ہوتی ہوئی چائنہ میں کاشغر کے مقام تک جاتی ہے اس سڑک کی تعمیر نے دنیا کو حیران کر دیا کیونکہ ایک عرصے تک دنیا کی بڑی بڑی کمپنیاں یہ کام کرنے سے عاجز رہیں۔ یورپ کی ایک مشہور کمپنی نے تو فضائی سروے کے بعد اس کی تعمیر کو ناممکن قرار دے دیا تھا۔ موسموں کی شدت، شدید برف باری اور لینڈ سلائڈنگ جیسے خطرات کے باوجود اس سڑک کا بنایا جانا بہرحال ایک عجوبہ ہے جسے پاکستان اور چین نے مل کر ممکن بنایا۔

ایک سروے کے مطابق اس کی تعمیر میں 810 پاکستانی اور 82 چینی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ قراقرم کے سخت اور پتھریلے سینے کو چیرنے کے لیے 8 ہزار ٹن ڈائنامائیٹ استعمال کیا گیا اور اس کی تکمیل تک 30 ملین کیوسک میٹر سنگلاخ پہاڑوں کو کاٹا گیا۔ یہ شاہراہ کیا ہے؟ بس عجوبہ ہی عجوبہ! کہیں دلکش تو کہیں پراسرار، کہیں پرسکون تو کہیں بل کھاتی شور مچاتی، کہیں سوال کرتی تو کہیں جواب دیتی۔ یہ سڑک اپنے اندر سینکڑوں داستانیں سموئے ہوئے ہے، محبت، نفرت، خوف، پسماندگی اور ترقی کی داستانیں! شاہراہ پر سفر کرتے ہوئے آپ کا تجسس بڑھتا ہی جاتا ہے۔ کبھی پہاڑوں کے اس پار یہ دیکھنے کا تجسس تو کبھی یہ جاننے کا تجسس کہ جب یہ سڑک نہیں تھی تو کیا تھا؟ اسی سڑک کنارے صدیوں سے بسنے والے لوگوں کی کہانیاں سننے کا تجسس تو کبھی

*ای میل: rohailakbar@gmail.com

اترتی پانی کی ندیاں سفر کو یادگار اور دلچسپ بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

کوہستان کے بعد چلاس کا علاقہ شروع ہوتا ہے جو کہ سنگلاخ پہاڑوں پر مشتمل علاقہ ہے۔ چلاس ضلع دیامیر کا ایک اہم علاقہ ہے اس کو گلگت بلتستان کا دروازہ بھی کہا جاتا ہے۔ ناران سے بذریعہ بابوسر ٹاپ بھی چلاس تک پہنچا جاسکتا ہے۔ چلاس کے بعد شاہراہ قراقرم نانگا پربت کے گرد گھومنے لگ جاتی ہے اور پھر رائے کوٹ کا پل آجاتا ہے یہ وہی مقام ہے جہاں سے فیری میڈوز اور نانگا پربت بیس کیمپ جانے کے لیے جیپیں کرائے پر ملتی ہیں۔ رائے کوٹ کے بعد نانگا پربت، دریائے سندھ اور شاہراہ قراقرم کا ایک ایسا حسین امتزاج بنتا ہے کہ جو سیاحوں کو کچھ وقت کے لیے خاموش ہونے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اس کے بعد گلگت ڈویژن کا آغاز ہوجاتا ہے جس کے بعد پہلا اہم مقام جگلوٹ آتا ہے۔ جگلوٹ سے استور، دیوسائی اور سکردو کا راستہ جاتا ہے۔ جگلوٹ کے نمایاں ہونے میں ایک اور بات بھی ہے کہ یہاں پر دنیا کے تین عظیم ترین پہاڑی سلسلے کوہ ہمالیہ، کوہ ہندوکش اور قراقرم اکٹھے ہوتے ہیں اور دنیا میں ایسی کوئی جگہ نہیں جہاں تین بڑے سلسلے اکٹھے ہوتے ہوں۔ جگلوٹ کے بعد شمالی علاقہ جات کے صدر مقام گلگت شہر کا آغاز ہوتا ہے جو تجارتی، سیاسی اور معاشرتی خصوصیات کے باعث نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ نلتر، اشکومن، غذر اور شیندور وغیرہ بذریعہ جیپ یہیں سے جایا جاتا ہے۔

گلگت سے آگے نگر کا علاقہ شروع ہوتا ہے جس کی پہچان راکا پوشی چوٹی ہے۔ آپ کو اس خوبصورت اور دیوہیکل چوٹی کا نظارہ شاہراہ قراقرم پر جگہ جگہ دیکھنے کو ملے گا۔ نگر اور ہنزہ شاہراہ قراقرم کے دونوں اطراف میں آباد ہیں یہاں پر آکر شاہراہ قراقرم کا حسن اپنے پورے جوبن پر ہوتا ہے۔ میرا نہیں خیال کہ شاہراہ کے اس مقام پر پہنچ کر کوئی سیاح حیرت سے اپنی انگلیاں دانتوں میں نہ دباتا ہو۔ ہنزہ اور نگر کا علاقہ نہایت خوبصورتی کا حامل ہے۔ بلند چوٹیاں، گلیشیئر ز، آبشاریں اور دریا اس علاقے کا خاصہ ہیں اس علاقے میں راکاپوشی، التر، بتورہ، کنیانگ کش، دستگیل سر اور پسو نمایاں پہاڑ ہیں۔ عطاء آباد کے نام سے 21 کلومیٹر لمبائی رکھنے والی ایک مصنوعی لیکن انتہائی دلکش جھیل بھی ہے جو کہ پہاڑ کے گرنے سے وجود میں آئی تھی۔ ہنزہ کا علاقہ "سست" پاک چین تجارت کے حوالے سے مشہور ہے اور یہ چائنہ سے درآمدی اشیا کی مارکیٹ بھی ہے۔ سست کے بعد شاہراہ قراقرم کا پاکستان میں آخری مقام خنجراب پاس آتا ہے۔ سست سے خنجراب تک کا علاقہ بے آباد، دشوار پہاڑوں اور مسلسل چڑھائی پر مشتمل ہے۔ خنجراب پاس پر شاہراہ قراقرم کی اونچائی 4,693 میٹر ہے، اسی بنا پر اس کو دنیا کے بلند ترین شاہراہ بھی کہا جاتا ہے۔

خنجراب میں دنیا کے منفرد جانور پائے جاتے ہیں جس میں مارکوپولو بھیڑیں، برفانی چیتے، مارموٹ، ریچھ، یاک، مارخور اور نیل گائے وغیرہ شامل ہیں۔ اسی بنا پر خنجراب کو نیشنل پارک کا درجہ مل گیا ہے اس سڑک پر آپ کو سرسبز پہاڑوں کے ساتھ ساتھ پتھریلے و بنجر پہاڑی سلسلے اور دیوقامت برفانی چوٹیاں، دریاؤں کی بہتات، آبشاریں، چراگاہیں اور گلیشیئر سمیت ہر طرح کے جغرافیائی نظارے دیکھنے کو ملتے ہیں جو نا صرف آپ کا سفر خوبصورت بناتے ہیں بلکہ آپ کے دل و دماغ پر گہرا اثر چھوڑتے ہیں۔ شاہراہِ قراقرم محض ایک سڑک نہیں ہے بلکہ یہ دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہے۔ یہ تہذیب و تمدن کی امین ہے۔ یہ پسماندگی سے نکلنے کا ذریعہ ہے۔ یہ ہر سال ہزاروں سیاحوں کی سیاحت کی پیاس بجھانے کا منفرد ذریعہ ہے۔ یہ محبت و دوستی کی علامت ہے۔ یہ سینکڑوں مزدوروں کے لہو سے سینچی وہ لکیر ہے جس نے پورے گلگت بلتستان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنیوں کے سفر پر ڈال رکھا ہے۔ بلاشبہ یہ شاہراہ ایک شاہکار ہے اور اس سڑک پر بار بار سفر کرنے کو دل کرتا ہے۔ جہاں راستے میں جھومتا ہوا حسینی پل بھی آتا ہے جہاں خواتین وہاں کی سوغات بیچ رہی ہوتی ہیں۔ ان خوبصورت نظاروں کا سفر انتہائی دلکش اور پیارا ہے۔

☆☆☆

* محمد عثمان رفیق

جُھرمٹ

شہری زندگی سے دُور اگر کسی دیہات میں آسمان پر رات کے وقت نگاہ ڈالی جائے تو منظر بہت دِلچسپ محسوس ہوتا ہے۔ سینکڑوں کی تعداد میں چمکتے موتی انسان کو اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں۔ کئی انسان ایسے ہوں گے جو اس منظر کو ایک نگاہ اُٹھا کر بھی نہ دیکھنا چاہتے ہوں لیکن کئی ایسے بھی ہوں گے جو اِن کے سحر میں ڈوب جائیں گے۔ رات کے یہ نگینے کیا ہیں؟ یہ کیسے وجود میں آئے؟ اور ان کی حقیقت کیا ہے؟ یہ سوالات فلسفیانہ بھی ہیں، شاعرانہ بھی ہیں اور انسان کی فطرت کو جاننے کی جستجو کا مظہر بھی۔ یہاں ہم ان کے سائنسی جوابات تلاش کریں گے۔

تاریخی پس منظر

فلکیات کے قدیم ترین سائنس ہونے کی وجہ سے ستاروں سے انسانوں کا تعلّق بہت گہرا رہا ہے۔ نہ صرف مذہبی بلکہ سماجی اور معاشی پہلوؤں سے بھی ستارے انسان کی زندگی سے اٹوٹ انگ کی طرح جڑے رہے ہیں۔ مصری مذہبی روایات ہوں یا بابلی عہد، یونانی دَور ہو یا رومی یا پھر عرب یا ہندوچین، غرض ہر معلوم تہذیب کی تاریخ میں ستاروں کے بارے میں کافی مواد مناسب صحت کے ساتھ موجود ہے۔ مصر اور بابل میں ان کی پوجا کی جاتی تھی۔ ان کو الہامی حیثیت دیتے ہوئے ان سے مُرادیں اور منّتیں مانگی جاتی تھیں۔ چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے اور حتّٰی کہ انسانی جان کی قربانی تک دی جاتی تھی۔ یونانی دیو مالائی داستانوں میں البتّہ صورتحال قدرے بہتر تھی۔ اگرچہ اُن کے ہاں بھی ان ستاروں کی حیثیت الہامی ہی تھی لیکن انسانی قربانی جیسی قبیح رسموں کی یہاں کوئی با قاعدہ تاریخ نہیں ملتی۔ یونانی داستانوں میں آسمان میں دکھائی دینے والے ستاروں کو دیویوں یا دیوتاؤں کی جائے قرار سمجھا جاتا تھا اور ان کا عقیدہ تھا کہ آسمان میں دکھائی دینے والے ستارے اُن کی زندگی کے عوامل پر مکمل اختیار رکھتے ہیں۔ صحت و بیماری اور زندگی و موت ان سے منسُوب سمجھی جاتی تھیں۔ انہوں نے آسمان پر ان ستاروں کے مقامات کی بنیاد پر ان کی گروہ بندی کر رکھی تھی اور ہر گروہ میں موجود ستاروں کو کسی جانور یا کسی دیوتا کی شکل کے مماثل مان کر اُن کے نام بھی رکھ دیے تھے۔ یہ نام صرف یونانیوں کے ہاں ہی استعمال نہیں ہوتے تھے بلکہ یہ رومیوں اور عربوں کے یہاں بھی مستعمل تھے۔ قدیم یورپ میں بھی ستاروں کے ان گروہوں کے نام رکھے گئے تھے لیکن ان کے ہاں یہ درجہ بندی بالکل بھی یونانیوں جیسی نہیں تھی۔

بابل میں یہ عقیدہ پایا جاتا تھا کہ ستاروں کے یہ گروہ جب آسمان میں عین سر کے اوپر آجاتے ہیں تو کائنات کا سارا انتظام اُس گروہ سے منسُوب دیوتا کے پاس چلا جاتا ہے اور پھر کوئی دوسرا دیوتا اس اختیار میں دخل اندازی نہیں کر سکتا۔ یعنی ان کے ہاں کثیر تعداد میں دیوی دیوتاؤں کا نظام ایک پُرامن اور منظّم طریقے پر قائم تھا۔ ستاروں کے ان گروہوں کو "Constellations" یا مجموعہ النّجوم کہتے ہیں۔ اردو زبان میں زیادہ مستعمل لفظ جُھرمٹ ہے۔ عربوں، یونانیوں اور مصریوں کے ہاں یہ عقیدہ پایا جاتا تھا کہ سال کے ایک مخصوص دَورانیے میں جس دیوتا کی آسمان پر حکومت ہوگی اسی سے اپنی ہر ضرورت پوری کرنے کی درخواست کی جائے گی۔ اگر اس دوران کسی اور دیوتا کو پکارا جائے گا تو حاکم وقت دیوتا ناراض ہو سکتا تھا جس سے

*اسسٹنٹ پروفیسر، الیکٹریکل اینڈ کمپیوٹر انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ، کامسیٹس یونیورسٹی، لاہور۔ ای میل: usmanee52@gmail.com

زمین پر بڑی تباہی آسکتی تھی۔اس ماحول میں اگر کوئی ایسا شخص پایا جاتا جواس حاکم دیوتا کے علاوہ کسی اور کو پوج رہا ہوتا تو اُسے یا تو ملک بدر کردیا جاتا یا پھر اگر وہ اڑیل ہوتا تو جان سے ہی جاتا۔

ستاروں کے جُھرمٹوں میں سے بعض ایسے ہیں جو صرف شمالی نصف کرے یا صرف جنوبی نصف کرے میں ہی دکھائی دیتے ہیں۔ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ آسمان میں ان کا مقام ایک مخصوص جگہ پر ہے اور زمین کی مداروی گردش کے دَوران وہ مخصوص مقامات پر کھڑے ہونے سے ہی دکھائی دیتے ہیں۔بعض جُھرمٹ ایسے ہیں جو گرمیوں یا پھر سردیوں میں ہی دکھائی دیتے ہیں۔ایسا اس لیے ہے کہ آسمان کا وہ حصہ جو سردیوں میں دِن کے وقت دِکھائی دیتا ہے، گرمیوں میں رات کے وقت دکھائی دیتا ہے اور گرمیوں میں دِن کو دکھائی دینے والا حصہ سردیوں میں رات کو دکھائی دیتا ہے۔اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ وہ جھرمٹ جو خطِ استوا کے عین اوپر واقع ہوں گے وہ زمین پر ہر جگہ سے دیکھے جاسکتے ہیں۔

مشہور جُھرمٹ

ایک بہت واضح دِکھائی دینے والا سات ستاروں کا جُھرمٹ جو شمالی نصف کرے میں شمال کی جانب دِکھائی دیتا ہے اسے ''دُب اکبر'' (Big Bear) کہتے ہیں۔اسے "Big Dipper" بھی کہا جاتا ہے۔ انگریزی میں اس کے لیے اُرسا میجر (Ursa Major) کا نام بھی استعمال کیا جاتا ہے۔یہ جُھرمٹ ہر تہذیب میں اہم رہا ہے اور بابل، یونان، عرب، چین، فارس، ہند اور افریقی ممالک کی قدیم تاریخی دستاویزات میں اس کا بکثرت ذِکر ملتا ہے۔بطلیموس نے جن مجموعہ ہائے نجوم کا ذکر اپنی تصانیف میں کیا ہے، یہ اُن میں سے ایک ہے۔اصل میں یہ جُھرمٹ کافی ستاروں کا مجموعہ ہے لیکن اس کے سات ستارے جو آپس میں مل کر ایک چمچے کی شکل بناتے ہیں، عرب اور فارس میں دُب اکبر کے نام سے جانے جاتے ہیں۔

اگر ہم پاکستان میں مارچ سے جولائی کے مہینوں میں شمالی آسمان کی طرف نظر اٹھائیں تو یہ بہ آسانی شناخت کیا جاسکتا ہے۔ذیل میں اس کو تصویری طور پر دکھایا گیا ہے۔

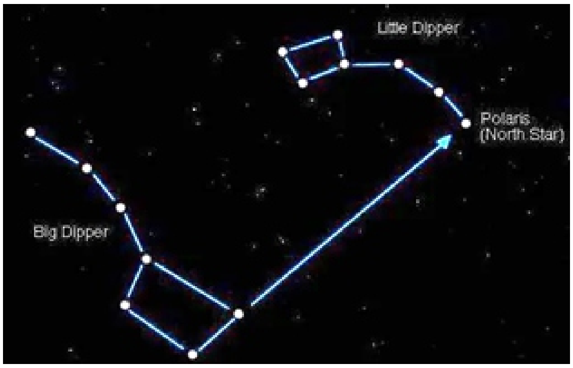

رات کے آسمان کا جو حصہ انسانی آنکھ دیکھ سکتی ہے یہ جھرمٹ اس حصے کا قریباً 3 فیصد گھیرتا ہے۔اگر ہم چمچے کے پیالہ نما حصے کو دیکھیں تو بیرونی حصہ جن دو ستاروں سے مل کر بنتا ہے اُنہیں ''الفا'' اور ''بیٹا'' کا نام دیا گیا ہے۔ان دونوں ستاروں کو اگر ہم ایک لکیر سے جوڑ دیں اور اس لکیر کو چمچے کے پیالہ نما حصے کی بیرونی طرف بڑھاتے جائیں، جیسا کہ تصویر میں دِکھایا گیا ہے، تو ہمیں اس لکیر پر ایک روشن ستارہ دکھائی دے گا۔ یہ ستارہ قطبی ستارہ (Polaris) کہلاتا ہے۔

تاریخی طور پر قطبی ستارہ نہ صرف ہیئت دانوں بلکہ جہاز رانوں اور مسافروں کے لیے بھی بہت اہمیت کا حامل رہا ہے۔یہ ستارہ چونکہ زمین کے جغرافیائی شمالی قطب کے عین اوپر واقع ہے اس لیے زمین کی محوری گردش کے باوجود اس کا مقام تمام رات تبدیل نہیں ہوتا۔زمین سے اس کا فاصلہ قریباً 433 نوری سال ہے لہٰذا زمین کی سورج کے گرد گردش کے دوران بھی اس کا آسمان میں مقام سال کے بیشتر حصے میں یہی رہتا ہے۔اس خصوصیت کی بنا پر شمالی نصف کرے میں سفر کرنے والے جہاز ران اور مسافر اسے دیکھ کر سمتوں کا بہ آسانی تعین کرسکتے تھے۔سات ستاروں کے اس مجموعے میں الفا ستارے کا زمین سے فاصلہ قریباً 124 نوری سال ہے اور اس کی کمیت سورج کی کمیت کے مقابلے میں قریباً ساڑھے تین گنا زیادہ ہے۔اس کا قطر سورج کے قطر سے 17 گنا زیادہ ہے اور یہ بھی دوسرے ستاروں کی

ہے۔ اسے دُب اصغر (Little Bear, Little Dipper) کہتے ہیں۔اس جھرمٹ کے اردگرد ستاروں کو بھی اگر اس مجموعے میں شامل کرلیا جائے تو اس مجموعہ النّجوم کو اُرسا مائنر (Ursa Minor) کہا جاتا ہے۔ اگر ہم دُب اصغر کی ڈنڈی کی سیدھ میں دیکھیں گے تو ہمیں قطبی ستارہ دکھائی دے گا۔ ہیئت دان قطبی ستارے کو اُرسا مائنر میں ہی شامل کرتے ہیں اور یہ اس جھرمٹ کا روشن ترین ستارہ ہے۔ قطبی ستارے کی ساخت کافی حد تک سورج سے مشابہ ہے اور اس کی کمیت سورج کی کمیت سے 14 گنا زیادہ ہے۔

جھرمٹوں میں سے ایک اہم اور تاریخ میں جانا پہچانا جھرمٹ ”الجبّار“ (Orion) ہے۔عرب میں یہ جھرمٹ ایک ایسے انسان کی شبیہ کی نمائندگی کرتا ہے جس نے ایک ہاتھ میں تلوار پکڑ رکھی ہے اور کسی سے تلوار بازی میں مصروف ہے۔اس سے مختلف رائے رکھتے ہوئے یونانی اسے ایک دیو مالائی کردار اورائن (Orion-The Hunter) سے تشبیہ دیتے تھے جس نے ہاتھ میں تیر اور کمان پکڑ رکھا ہے اور وہ کسی شکار پر نشانہ باندھے ہوئے ہے۔ نیچے اس کی ایک تصویر دِکھائی گئی ہے۔

اس جھرمٹ کا مقام آسمان میں خط استواء کے عین اوپر واقع ہے لہٰذا اسے زمین کے کسی بھی حصے سے دیکھا جا سکتا ہے۔ قدیم فلکیات دان اس کے آسمان میں مستقل مقام کو حوالہ بنا کر مختلف ستاروں کا محل وقوع معلوم کرتے تھے۔ اس کا ذِکر چینی، ہندی اور یورپی لوک کہانیوں میں بھی ملتا ہے۔ ہندومت کی کتاب رِگ وید میں بھی اس کا ذکر موجود ہے جہاں اسے ایک ہرن سے تشبیہ دی گئی ہے۔ سات ستاروں کے اس جھرمٹ میں جو درمیانی پٹی ہے جس میں تین ستارے ایک قطار میں ہیں، اُسے اورائن کی پیٹی (Belt) کہتے ہیں۔ اورائن بیلٹ کے ان تین ستاروں کو عربی میں النطاق، النّیلم اور المِنطقہ کے نام دیے گئے ہیں۔ ان میں سے النطاق کا مطلب اَزار بند ہے اور اس کا ماخذ یہی یونانی روایات ہیں۔ سات ستاروں میں سے بیلٹ کے تین ستاروں کو چھوڑ کر باقی چار ستاروں میں سے دو اہم ہیں۔ ان میں سے ایک ستارہ "Betelgeuse" ہے جو عربی نام ”یدُالجوزا“ کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ اس سُرخی مائل ستارے کا ہم سے فاصلہ قریباً 600 نوری سال ہے اور کمیت سورج کے مقابلے میں قریباً 18 گنا زیادہ ہے۔ اس کی سطح کا درجہ حرارت قریباً 3600 درجے سینٹی گریڈ

ریکارڈ کیا گیا ہے اور یہ محض 80 لاکھ سال قبل وجود میں آیا تھا۔ دوسرا نیلی رنگت والا ستارہ ریجل (Rigel) ہے (عربی نام رجل جس کا مطلب پاؤں ہے (جس کی کمیت سورج سے قریباً 21 گنا زیادہ ہے۔ یدُالجوزا کی طرح اس کی عُمر کا اندازہ بھی قریباً 80 لاکھ سال لگایا گیا ہے۔

ان مشہور مجموعہ ہائے نجوم کے علاوہ بھی قدیم زمانے سے کئی دوسرے جھرمٹ تاریخ میں بیان ہوتے رہے ہیں اور آج بھی وہ انہی ناموں سے مشہور ہیں۔ عرب، بابل، ہند اور یونان میں البتہ بارہ ایسے جُھرمٹ اہمیت رکھتے تھے جن کے مقامات سے گزر کر سورج آسمان میں سفر کرتا تھا۔ زمین مرکزی نظریے کے تابع قدیم ہیئت دانوں کا خیال تھا کہ زمین کے گرد اپنی گردش کے دَوران سورج آسمان میں موجود ان بارہ گھروں سے ہوکر سال کا سفر مکمل کرتا ہے۔ ان بارہ گھروں کو ''برج'' (Zodiac) کہتے ہیں۔ سورج کا ان بروج میں قیام کرنا نہ صرف قدیم ہیئت دانوں میں ایک تسلیم شدہ حقیقت تھی بلکہ یہ بعض مذاہب کا حصہ بھی بنی ہے۔ اگر ہم ان برجوں کے آسمان میں مقامات کو سامنے رکھیں تو سورج کے سال کے مختلف حصوں میں آسمان پر اپنا مقام بدلنے سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ سورج کم و بیش ایک ایک مہینہ ان برجوں میں سے ہر ایک میں موجود رہتا ہے۔ اصل میں یہ برج ستاروں کے جھرمٹ ہیں اور ستارہ شناسوں (Astrologers) کے ہاں ان کی بہت اہمیت ہے۔ ان میں سے کمان کی شکل کا جھرمٹ جسے "Sagittarius" کہتے ہیں، سردیوں میں جنوبی سمت میں دکھائی دیتا ہے۔ اس دوران زمین کی سورج کے گرد گردش کے باعث شمالی نصف کرے میں سورج کے طلوع و غروب کے مقامات جنوبی سمت ہوتے ہیں، لہٰذا قدیم ہیئت دانوں کا خیال تھا کہ سورج نے اس کمان والے برج میں بسیرا کر رکھا ہے۔ گرمیوں میں آسمان میں قدرے شمال کی جانب ایک اور جھرمٹ دِکھائی دیتا ہے جسے جوزا (Gemini) کہتے ہیں۔ گرمیوں میں مئی اور جون کے مہینوں میں سورج کے آسمان میں مقام کو دیکھیں تو یہ وہی راستہ بنتا ہے جہاں یہ جھرمٹ دکھائی دیتا ہے۔

آج ہم یہ جان سکتے ہیں کہ یہ جھرمٹ محض ستاروں کے مجموعے ہیں جو طبعی قوانین کی وجہ سے آسمان میں اپنے مخصوص مقامات پر دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے اندر کی صورت حال جاننے کے لیے ہمیں ستاروں کے متعلق جاننا ہوگا۔ ہماری صدیوں کی ان تھک کوشش نے ہمیں اس مقصد میں کامیابی دلائی ہے اور ہم ان کے اجزائے ترکیبی، جن میں ستارے اور گرد و غبار کے بادل شامل ہیں، کے بارے میں کافی درستگی سے جان چکے ہیں۔ ہماری ان کو مزید جاننے کی جستجو آج بھی جاری ہے۔

☆☆☆

اردو سائنس میگزین میں لکھیے

اردو سائنس میگزین اردو زبان میں سائنسی لٹریچر کو فروغ دینے اور معاشرے میں سائنس کی طرف رغبت پیدا کرنے کی غرض سے شائع کیا جا رہا ہے۔ یہ مقصد اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب آپ نہ صرف اسے پڑھنے میں بلکہ اس کے لیے قابلِ اشاعت مواد فراہم کرنے میں ہماری مدد کریں۔ سائنس کے ایسے طالب علم، جو ادبی ذوق بھی رکھتے ہوں اور اس کام میں ہمارے ساتھ تعاون کرنا چاہتے ہوں، ہم سے رابطہ کریں اور ہمیں اپنی نگارشات ارسال کریں۔ اگر آپ کی نگارشات معیارِ مطلوب سے کم ہوں اور ان کی اصلاح کر کے انہیں بہتر بنانا ممکن ہو تو اس سلسلے میں مضمون نگار کی رہنمائی بھی کی جائے گی۔

ایڈیٹر میگزین

ادارہ فروغِ قومی زبان اور لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی کے مابین مفاہمتی یادداشت پر دستخط کی تقریب کے موقع پر وفاقی سیکرٹری قومی ورثہ وثقافت ڈویژن جناب حسن ناصر جامی، ڈائریکٹر جنرل ادارہ فروغِ قومی زبان پر پروفیسر ڈاکٹر سلیم مظہر، وائس چانسلر لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی اور ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ ضیاءاللہ طورو اور دیگر مہمانان کی عکس بندی

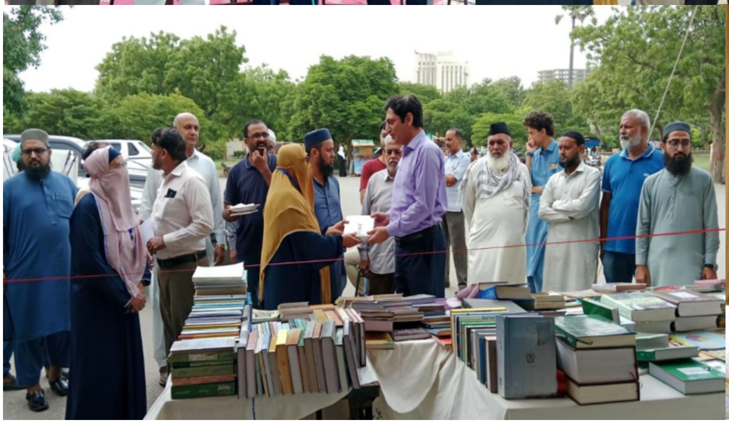

کراچی میں منعقدہ تین روزہ ۷۸ ویں جشنِ آزادی کتاب میلے کا افتتاح ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ ضیاءاللہ طورو، ڈائریکٹر سپورٹس اینڈ کلچر میٹروپولیٹن کارپوریشن سید رضا عباس رضوی اور ماہرِ تعلیم سید محمد طارق کر رہے ہیں۔

فریرہال، کراچی میں ردو سائنس بورڈ کے زیرِ اہتمام ''پاکستان میں کتاب کلچر اور سائنسی ادب کے فروغ'' کے موضوع پر منعقدہ سیمینار سے ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ ضیاءاللہ طورو اور سفیر کتب سید سلطان خلیل گفتگو کر رہے ہیں۔ اس موقع پر معروف پبلشرز اور ماہرین تعلیم نے بھی گفتگو کی۔

Bimonthly

URDU SCIENCE MAGAZINE-Lahore

(Jul-Aug,2024)

اردو سائنس بورڈ کی چند اہم مطبوعات

Website : https://nlpd.gov.pk/
E-mail : u_s_board@hotmail.com
instagram.com/urduscienceboard299
twitter.com/UrduSciBoard
facebook.com/USBLahore
youtube.com/Urduscienceboard

اردو سائنس بورڈ
(ادارۂ فروغِ قومی زبان)
قومی ورثہ و ثقافت ڈویژن، حکومت پاکستان
299-اپر مال، لاہور
شعبہ فروخت کتب: 042-99205973/99205969
Whatsapp: 0333-6092143, 0324-5133784